



قادیانیت  
و ولایت  
کے  
کٹہرے میں

تاریخی فیصلے کا مکمل متن





# قادیانیت

عدالت کے

# گھر کے ہیں



عظمتی آرکیڈ میں کفش روڈ  
دوسری منزل کراچی۔ فون: ۵۴۴۲۱۲

297-87  
141092

نام کتاب \_\_\_\_\_ قادیانیت عدالت کے کھٹے میں  
تعداد اشاعت \_\_\_\_\_ ایک ہزار  
تاریخ اشاعت \_\_\_\_\_ مارچ ۱۹۸۹ء  
پرنٹرز \_\_\_\_\_ احمد برادر، ناظم آباد، کراچی  
پبلشرز \_\_\_\_\_ نیشنل پبلیکیشنز  
قیمت \_\_\_\_\_ ۲۵ روپے

## دیباچہ

پاکستان سے باہر دوسرے ممالک میں ایک تاثر جان بوجھ کر ابھارا جا رہا ہے کہ اسلامی ملک ہونے کے باعث اقلیتی گروہوں کے ساتھ ناروا سلوک ہوتا ہے اور یہ سلوک "قادیانی" اقلیتی فرقے کے ساتھ روارکھا جاتا ہے۔ آسٹریلیا میں گزشتہ دنوں منعقد ہونے والی انٹرنیشنل کانفرنس (W.C.R.P) میں بھی کم و بیش یہ کوشش کی گئی کہ دنیا کے سامنے قادیانی اقلیت کو پاکستان میں ظلم کا شکار بتایا جائے حالانکہ الحمد للہ اس کانفرنس میں حقیقت حال بیان کئے جانے کے بعد اس قسم کے پروپیگنڈے کا تدارک ہو گیا مگر ضرورت اس امر کی ہوئی کہ عام اذہان میں کسی قسم کے تاثر کو رد کرنے کے لئے شریعت کورٹ کے تاریخی فیصلے کو منظر عام پر لایا جائے اور اسے کتابی شکل دے کر دنیا کے سامنے اصل حقائق پیش کئے جائیں تاکہ عام مسلمانوں کے پاس منفی پروپیگنڈے کو رد کرنے کے لئے دلائل بھی موجود ہوں۔

حقیقت میں پاکستان ایک اسلامی نظر ثانی مملکت ہونے کے باوجود یہاں پر کسی دوسری اقلیتی بھی قیام پذیر نہیں تھا۔ عیسائی، ہندو، بدھ، پارسی وغیرہ۔ قادیانی مسئلے کے مستقل حل کے لئے ایک منتخب اسمبلی نے کافی بحث و تمحیص کے بعد "قادیانی" مذہب کو علیحدہ اور اس کے ماننے والوں کو اقلیت قرار دے دیا جس کے بعد اقلیتی فرقے کے افراد نے وفاقی شرعی عدالت سے رجوع کیا اور بہت تفصیل سے بحث و مباحثہ کے بعد ایک تاریخی فیصلے میں یہ بات ثابت ہوئی کہ "قادیانیت" الگ مذہب ہے اور اس کے ماننے والے گروہ یا گروہوں کو پاکستان میں اقلیت گردانا جائے۔ اس واضح فیصلے کے بعد کم از کم معاشرہ میں مسلسل کھراؤ کی فضا سے نجات مل گئی اور قادیانی بھی اطمینان سے رہنے لگے۔

آج پاکستان میں دوسری اقلیتوں کی طرح قادیانیوں کو بھی مکمل اور برابر کے حقوق حاصل ہیں ان

کی جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت پر ہے اور کسی کو محض اس وجہ سے کسی بھی حق سے محروم نہیں کیا جاتا نہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اقلیتی فرقہ قادیانیت سے تعلق رکھتا ہے لہذا کسی کا بھی یہ پروپیگنڈہ کہ قادیانی اقلیت کے ساتھ امتیازی سلوک ہوتا ہے، غلط ہے بلکہ آج بھی اس اقلیتی گروہ کے افراد اہم عہدوں پر فائز ہیں۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ ہے کہ ایک جانب تو بیرونی ممالک میں ہونے والے پروپیگنڈے کا مدلل جواب دیا جاسکے کہ قادیانیت کو الگ مذہب اور قادیانیوں کو اقلیت کسی جبراً و تعصب کی بناء پر قرار نہیں دیا گیا بلکہ یہ فیصلہ ملک کی منتخب پارلیمینٹ اور شریعت عدالت کا ہے۔ دوسرے یہ کہ نوجوان نسل کو اس مسئلے کے پس منظر اور اس کے اثرات سے آگاہی ہو سکے تاکہ وہ دلائل سے لیس ہو کر کسی بھی پلیٹ فارم سے ہونے والے پروپیگنڈے کا موثر جواب دے سکے۔

امید ہے کہ شبلی پبلیکیشنز کی دیگر مطبوعات کی مانند ہماری یہ کاوش بھی قارئین کے لئے معلوماتی اور مفید ثابت ہوگی۔

ادارہ

## وفاقی شرعی عدالت میں بنیادی دائرہ کار

مسٹر جسٹس فخر عالم ... چیف جسٹس

مسٹر جسٹس چوہدری محمد صدیق

مسٹر جسٹس مولانا ملک غلام علی

مسٹر جسٹس عبدالقدوس ہاشمی

شرعیعت ٹینشن نمبر ۱۷/۱ (۱۹۸۳ء)

مجیب الرحمن اور تین دوسرے مدعی

بنام! وفاقی حکومت پاکستان بذریعہ اٹارنی جنرل آف پاکستان مدعا علیہ

شرعیعت ٹینشن نمبر ۲/۱ (۱۹۸۳ء)

کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواحد

اور ایک اور ... مدعی

بنام! اٹارنی جنرل اسلامی جمہوریہ پاکستان ... مدعا علیہ برائے مدعیان شرعیعت ٹینشن نمبر ۱۷/۱

(۱۹۸۳ء) میں مسٹر مجیب الرحمن ایڈووکیٹ (مدعیوں میں سے ایک) برائے مدعیان، شرعیعت ٹینشن

نمبر ۱۲/۱ (۱۹۸۳ء) میں کیپٹن ریٹائرڈ عبدالواحد (مدعیوں میں سے ایک) برائے مدعا علیہ ... حاجی شیخ

غیاث محمد ایڈووکیٹ، ایم بی زمان ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ

## لاہور میں سماعت کی تاریخیں

۱۷ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۶ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۵ - ۷ - ۱۹۸۴
۲۲ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۹ - ۷ - ۱۹۸۴	۱۸ - ۷ - ۱۹۸۴
۲۵ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۳ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۳ - ۷ - ۱۹۸۴
۳۰ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۹ - ۷ - ۱۹۸۴	۲۶ - ۷ - ۱۹۸۴
۲ - ۸ - ۱۹۸۴	۱ - ۸ - ۱۹۸۴	۳۱ - ۷ - ۱۹۸۴
۷ - ۸ - ۱۹۸۴	۶ - ۸ - ۱۹۸۴	۵ - ۸ - ۱۹۸۴
۱۲ - ۸ - ۱۹۸۴	۱۱ - ۸ - ۱۹۸۴	۹ - ۸ - ۱۹۸۴

## فیصلہ کی تاریخ ۱۲ - ۸ - ۱۹۸۴

فخر عالم سی جے: قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیہ (امتناع و سزا) آرڈیننس نمبر ۲ مجریہ ۱۹۸۴ کا ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کے گزٹ آف پاکستان غیر معمولی شمارہ میں اعلان کیے گئے آرڈیننس میں تقریرات پاکستان (ایکٹ ایکس ایل وی ۱۸۶۰) اور ضابطہ نوجواری ۱۸۹۸ء (ایکٹ وی ۱۸۹۸) اور پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۳ء کی کچھ دفعات میں ترمیمات کی گئیں بشرطیت کورٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد آف قادیان (مرزا صاحب) کے پیروکار قادیانی دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں ہم دونوں گروہوں کے لوگ قادیانی کے نام سے پکائے جاتے ہیں۔ ایک گروپ جو عام طور پر قادیانی گروپ کے طور پر پہچانا جاتا ہے اور مرزا صاحب کے مہدی موعود اور مسیح موعود اور ایک نئی ہونے پر یقین رکھتا ہے لاہوری گروپ کہتا ہے کہ وہ ایک مجدد مہدی موعود اور مسیح موعود تھا۔ اس سلسلے میں قادیانی گروپ کے کچھ ارکان کی طرف سے اور لاہوری گروپ کے دو ارکان کی طرف سے دو درخواستیں نمبر ۱/۱۷، ۱۹۸۳ء اور ۲/۱۷ ایل ۱۹۸۳ء دائر کی گئیں جن میں مذکورہ آرڈیننس کو چیلنج کیا گیا تھا۔ اس معاملہ کی چارٹرفٹو سے زائد وقت میں مفصلاً سماعت ہوئی۔ شرعی درخواست نمبر ۱/۱۷، ۱۹۸۳ء کے درخواست گزاروں میں سے ایک مسٹر مجیب الرحمن اور دوسری درخواست نمبر ۲/۱۷ ایل ۱۹۸۳ء کے درخواست گزاروں میں سے ایک کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالواجد نے درخواست گزاروں کی طرف سے اس مقدمہ میں دلائل دیئے۔ شیخ عنایت محمد ایڈووکیٹ اور مسٹر راجین الحسن گیلانی نے حکومت کی طرف سے اس کیس میں دلائل دیئے۔



اس کے علاوہ مندرجہ ذیل وکلاء اور مختلف مکتبہ ہائے فکر سے متعلق علمائے کرام کو عدالت نے اس معاملہ میں معاونت فراہم کرنے کے لیے مدعو کیا جنہوں نے اس معاملہ کے متعلق امور پر تفصیلی دلائل دیئے۔

(۱) قاضی مجیب الرحمن (۲) پروفیسر محمود احمد غازی (۳) مولانا صدر الدین الرفاعی (۴) علامہ تاج الدین حدادی (۵) پروفیسر محمد اشرف (۶) علامہ مرزا محمد یوسف (۷) پروفیسر مولانا طاہر القادری۔ فیصلہ میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں آئین کے دوسرے ترمیمی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۳ء کے ذریعے ترمیم کی گئی اس کا مقصد آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۰۶ اور ۲۶۰ میں ترمیم کرنا تھی۔ بطرح شق نمبر ۲ کو آرٹیکل ۲۶۰ میں شامل کر دیا گیا جس کا مقصد ایسے لوگوں کو غیر مسلم قرار دینا تھا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی آخری نبی ہونے پر یقین نہیں رکھتے یا وہ لفظ کے کسی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے اعتبار سے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں یا اسی قسم کے کسی دعویدار کو نبی یا مذہبی مصلح گردانتے ہیں۔ دونوں گروپوں سے متعلق قادیانی اس تشریح کے تحت آتے ہیں اور اسی لیے انہیں غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ فیصلہ کے مطابق آرٹیکل ۱۰۶ صوبائی اسمبلیوں کی تشکیل کے بارے میں ہے جس میں اسمبلیوں کے منتخب شدہ ممبران کی تعداد ان کی اہلیت اور اس کے علاوہ غیر مسلموں مثلاً، عیسائی، ہندو، بدھ اور پارسی فرقوں کے لیے ان اسمبلیوں میں انسانی نشستیں مخصوص کرنے کے بارے میں تشریح کی گئی تھی۔ دوسری آئینی ترمیم ۱۹۷۳ء کے ذریعے مذکورہ بالا فرقوں میں قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے افراد کو بھی جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں بھی شامل کر دیا گیا۔ اس طرح آرٹیکل ۱۰۶ کا نتیجہ آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی ذیلی دفعہ ۳ میں ایک اعلان کے ذریعے نکالا گیا اور کسی بھی گروپ سے متعلقہ قادیانی کو مذکورہ بالا آئینیوں کے پہلو پہلو رکھا گیا تھا۔ آئین کی ان دفعات کے باوجود احمدیوں نے خود کو مسلمان اور اپنے عقیدے کو اسلام کہنا جاری رکھا۔

پاکستان کے مسلمانوں کے اضطراب سے انغاض کیا اور اس طرف سے بالکل بے حس ہے تاہم مذکورہ بالا آئینی دفعات کی خلاف ورزی اور ام المؤمنین، اہل بیت (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے افراد) صحابہ کرام، خلفائے راشدین، امیر المؤمنین، خلیفۃ المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کے القابات کی بے حرمتی کا جاری رکھنا جبکہ یہ القابات صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں اور کبھی بھی غیر مسلموں کے استعمال میں نہیں ہے۔ اس وجہ کی بنا پر مقدس شخصیات کی شان میں اہانت آمیز کلمات کہنے کو تعزیرات پاکستان (ایکٹ ایکس ایل دی ۱۹۸۰ء) کی دفعہ ۲۸۰ اے کے تحت قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔ یہ دفعہ درج ذیل ہے۔ (۲۹۸-اے) مقدس شخصیات کی شان میں حقارت آمیز کلمات کی ادائیگی الفاظ میں ہو (دیکھے ہوئے یا بول کر) ٹھوس شکل میں کوئی نماندگی ہو یا اشارے کنائے میں بلا واسطہ یا



بالواسطہ طور پر ام المؤمنینؓ میں سے کسی بھی زوجہ مطہرہؓ یا اہل بیت یا خلفائے راشدینؓ میں سے کسی بھی خلیفہ یا صحابہ کرام کے ناموں کی بے حرمتی کرنے پر سزائے قید دی جاسکے گی۔ سزا کی میعاد ۳ سال تک بڑھائی جاسکے گی یا جرمانہ ہوگا یا پھر دونوں سزائیں بھی دی جاسکیں گی۔ یہ دفعہ عمومی طور پر لاگو کی گئی تھی اور اسے صرف احمدیوں پر عائد نہیں کیا گیا تھا۔ اس لیے قادیانیوں کی مندرجہ بالا باتوں پر اصرار کی بنا پر شروع ہونے والی مسلمانوں کی تحریک کی وجہ سے یہ آرڈیننس جاری ہوا۔ اس آرڈیننس کے ذریعے دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی کا تعزیرات پاکستان (امیکٹ ایکس ایل وی ۱۸۹۸ء) میں اضافہ کیا گیا اور اس طرح نتیجتاً ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء (امیکٹ وی ۱۸۹۸ء) اور مغربی پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۳ء میں ترمیمات کی گئیں۔ دفعہ ۲۹۸-بی اور ۲۹۸-سی درج ذیل ہیں۔

(۲۹۸-بی) اس دفعہ کے تحت مقدس شخصیات اور جگہوں کے ناموں، القابات اور خطابات کا

فعل استعمال قابل سزا ہوگا اور یہ سزائے قید تین سال تک بڑھائی بھی جاسکتی ہے یا جرمانہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی قادیانی جو اپنے آپ کو لاہوری گروپ یا قادیانی گروپ سے متعلق بتاتا ہے اور کسی طرح بھی مسلمانوں کے نماز کے لیے لوگوں کو بلانے کے طریقہ (یعنی اذان) کے مطابق عمل کرتا ہے تو اسے بھی قید کی سزا دی جاسکے گی اور جرمانہ بھی عائد کیا جاسکے گا۔

(۲۹۸-سی) قادیانی یا لاہوری گروپ کا کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتا ہے اگر باواسطہ

یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے یا اپنے عقیدے کو اسلام سے تعبیر کرتا ہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ یا تشہیر کرتا ہے یا دوسرے لوگوں کو اسے قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اسی طرح کی کسی بھی شکل میں مسلمانوں کے جذبات بھڑکاتا ہے تو وہ بھی مستوجب سزا ہوگا اور یہ سزائے قید تین سال تک بڑھائی بھی جاسکے گی اور جرمانہ بھی عائد کیا جائے گا۔

فیصلہ میں مزید کہا گیا ہے کہ جس بڑی بنیاد پر یہ درخواستیں دائر کی گئیں ہیں اور جس پر مختلف

زاویوں سے دلائل بھی دیئے گئے۔ وہ یہ ہے کہ یہ اعلان کردہ آرڈیننس احمدیوں کے اپنے مذہب کی تشہیر

کرنے، تبلیغ کرنے، اس پر عمل کرنے اور اعلان کرنے کے شرعی اور آئینی حق کی نفی کرتا ہے۔ یہ بات قابل

ذکر ہے کہ آئینی دفعات کی موجودگی میں درخواست گزاروں نے اپنے دلائل میں اپنے آپ کو مسلمان

کہلانے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہنے پر اصرار کیا ہے اور یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آئینی ترمیم

کسی مذہبی تنظیم کی طرف سے انہیں غیر مسلم قرار دیا جانا نہیں تھا بلکہ یہ اس وقت کی حکمران پارٹی کا ایک

اقدام تھا۔ درخواست گزاروں کے لیے اس بات کی نشاندہی کی گئی کہ آئینی ترمیم کی متفقہ طور پر تمام



پاٹوں نے منظوری دی تھی اور پارلیمنٹ نے دونوں فریقین (شمول احمدیہ فرقہ کے سربراہ کے) کا موقف سننے کے بعد لگ بھگ عدالتی انداز میں فیصلہ دیا تھا۔ مسٹر مجیب الرحمن نے اپنے بیان میں کہا چونکہ عدالت آئینی دفعات کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی اور اس لیے وہ یہ سوال نہیں اٹھائیں گے کہ آیا تادیبائی مسلمان میں یا غیر مسلم تاہم انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس طرح تادیبائی غیر مسلم نہیں بلکہ اقتدار اعلیٰ نے ان کے بارے میں ایسا اعلان کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے وضاحت کی کہ اگر حکومت کے وکیل نے بھی یہ دلیل دی کہ تادیبائی شریعت کے مطابق غیر مسلم میں تو اس تفصیل کے ساتھ اس دلیل کی تردید کریں گے ہم نے اس سلسلہ میں مسٹر راضی الحسن گیلانی سے دریافت کیا جو دفاعی حکومت کی طرف سے وکیل تھے کہ آیا وہ صرف اس مفروضہ کی بنیاد پر کارروائی میں حصہ لیں گے کہ تادیبائیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا ہے یا وہ ان کی حیثیت کے بارے میں آزادانہ طور پر شریعت کی روشنی میں دلائل دیں گے۔ انہوں نے دوسری صورت کو اختیار کیا۔ اس پر درخواست گزار مسٹر مجیب الرحمن نے کہا کہ وہ قرآن و سنت کے احکامات کی روشنی میں تادیبائیوں کی حیثیت سے سوال کی وضاحت کریں گے اور اس پر دلائل دیں گے بنیاد میں مزید لکھا گیا ہے کہ مسٹر مجیب الرحمن کے تادیبائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے مفروضے پر دلائل عدالت کے لیے ایک دعوت ہے کہ وہ اس مسئلہ پر غور کرے۔ اس لیے اس نکتہ پر عدالت اپنی تحقیق و تفتیش کے نتیجے کا ذکر نظر انداز نہیں کر سکتی۔ اس نکتہ پر پوری طرح دلائل دینے گئے اس لیے فیصلے میں اس کا ذکر ضروری ہے۔ سماعت کے آخر میں تحریری طور پر دیے جانے والے دلائل میں درخواست گزاروں کا یہ موقف کہ انہوں نے اپنے عقیدے کا معاملہ اٹھانے کی خواہش نہیں کی، بھی صرف جزوی طور پر درست ہے۔ اس درخواست میں اٹھائے گئے تمام نکات اور اعلان کردہ آرڈیننس پر ہونے والے مختلف دفعات کے اثرات کی وضاحت کرنے سے پہلے یہ مناسب ہوگا کہ ختم نبوت کے مسلمانوں کے تصور پر روشنی ڈالی جائے جو احمدیوں اور مسلمانوں کے درمیان بنیادی فرق کا موجب ہے اور جو کہ سیکنڈ آئینی ترمیم (ایکٹ ۱۹۷۴) کی بنیاد پر اور جس کے تحت احمدیوں کو غیر مسلم ڈیکلیر کیا گیا تھا۔ تمام مکاتیب فکر کے مسلمان ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور اسے اپنے عقیدے کا لازمی جزو سمجھتے ہیں اور اس منفقہ اعتقاد کی بنیاد قرآن کریم کی درج ذیل آیت پر ہے۔

« ماکان محمد اباً احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ کل شیء علیہا »

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے محمد تم مردوں میں سے کسی کا بچا نہیں لیکن وہ خدا کا پیغمبر ہے اور نبیوں کا خاتمہ آپ پر ہوا ہے اور اللہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ (قرآن ۳۳-۴۰)

یہاں پر لفظ خاتم کا مطلب وہ شخص ہے جس پر کوئی چیز ختم ہو اور اس نکتے میں کوئی اختلاف نہیں



اس لیے خاتم النبیین کا مطلب وہ شخص ہے جس کی نبوت پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ خاتم النبیین کے معنی  
 مطالب جن پر اتفاق پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں کہ نبوت پر مہر اور نبوت پر مہر کے معانی ہیں آخری نبی جس نے  
 نبوت پر مہر ثبت کر دی اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبیوں کی بعثت کا اختتام قطعی ہے۔ یہ معانی  
 مرزا صاحب (علامہ احمد قادیانی) نے بھی ازالہ ادہام کی جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۵۱ میں تسلیم کیے ہیں۔ تاہم نبوت کے  
 دعویٰ کے بعد انہوں نے اس کے معانی تبدیل کر دیے اور محمد کی مہر کے طور پر اس کی تشریح کی اور اس کا  
 مطلب یہ بتایا کہ یہ مہر ان نبیوں کے لیے ہے جنہوں نے بعد میں مبعوث ہونا ہے اور اس کے لیے یہ شرط ضروری  
 ہے کہ نبی آخر الزمان کے بعد جو کوئی بھی نبی کے طور پر آئے گا اس کے پاس ہر حال میں محمد کی مہر ہونی چاہیے  
 جس کے معانی ہیں کہ یہ وہ نبی ہے کہ جسے اس دنیا میں محمد کی تصدیقی مہر کے تحت قرآن و سنت میں ہرج  
 اس کی شریعت کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ یہ تشریح نبوت کے قطعی خاتم کے بارے میں دی  
 جانے والی تشریح سے رد گردانی ہے حالانکہ پہلے والی تشریح پر مکمل اتفاق رائے پایا جاتا ہے اور مرزا  
 صاحب کی ابتدائی اپنی تحریروں میں بھی یہی تشریح ہوتا ہے۔ بحوالہ بالا آیت میں لفظ خاتم دو انداز میں پڑھا  
 گیا ہے۔ ایک تو خاتم کے لفظ میں ت پر زبر پڑھی گئی ہے اور دوسری صورت میں ت کے نیچے زیر  
 ابن عمر اور ایشیم کے مطابق اس ت پر زبر کے ساتھ خاتم پڑھا جاتا ہے اس صورت میں یہ لفظ اسم ہے  
 جس کے معانی آخری کے ہیں۔ دوسرے کے مطابق خاتم میں ت کے نیچے زیر پڑھی گئی ہے جو اس لفظ  
 کو فاعل بناتی ہے جس کے معانی ہیں وہ جو ختم کرتا ہے اس طرح خاتم النبیین کا مطلب ہے وہ نبی جس پر  
 نبیوں کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا جس کے ساتھ نبوت ختم ہو جاتی ہے (معالم التنزیل) امام بغوی جلد ۴ صفحہ ۲۱۸  
 لسان العرب میں کہا جاتا ہے کہ خاتم کے مطالب میں ختم کرنا اور یہ کہا جاتا ہے ختم اللہ امرہ بالخیر  
 اللہ تعالیٰ اس کے معاملات خیر کے ساتھ ختم کرے ہر چیز کا اختتام ختم کہلاتا ہے اور اس کی جمع خواتم  
 ہے جس کے معنی ہیں اختتام فرج نے کہا ہے کہ خاتم اور خاتم مترادفات ہیں جن میں صرف اتنا فرق ہے کہ  
 گرامر میں پہلا اسم ہے اور دوسرا ANFINITIVE VERBAL NOUN۔ خاتم اور خاتم محمد  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیت ۲۰-۲۲ میں فرمایا ہے کہ وہ خاتم  
 النبیین ہیں جس کے معنی ہیں آخری نبی۔

ختم کے معانی میں روکنا عام طور پر اس کا مطلب ہے کہ ایک چیز کو دوسری میں مسلط نہ ہونے دینا۔ ختم  
 کے معانی مہر کے بھی ہیں جس کے معانی ہیں کہ دوسری چیزوں کو مہر شدہ چیز میں خلط ملط ہونے سے روکنا۔ ختم کے  
 معانی انگوٹھی کے بھی ہیں۔ (لسان العرب جلد ۱۸ صفحہ نمبر ۵۳-۵۵)

الراغب کے مطابق خاتم اور طبع مہر کے نقش کو ظاہر کرتے ہیں چھوٹی مہر یعنی (سگنی) گرم ملکوں میں استعمال کی جاتی ہے جس کا مقصد ایک چیز کو کسی دوسرے شخص سے محفوظ رکھنا ہے اور اس کا مطلب کسی دوسرے کو اس چیز سے بھی محفوظ رکھنا ہے۔ اس طرح درازوں اور وثیقہ جات وغیرہ کو بھی محفوظ کرنے کے لیے سیل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اوقات اسے چھلانے کے لیے بھی استعمال میں لایا جاتا ہے اور بعض اوقات اس کے معانی کسی چیز کے خاتم کے بھی ہیں اس نے اپنے دل پر مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا کہ وہ کچھ نہیں سمجھتا اور اس سے کسی چیز کے آگے بڑھنے کا امکان نہیں یا اس نے اپنے دل یا ذہن کو ایسا بنا لیا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں پڑا اور یہی مہر یعنی کسی چیز کا خاتم ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر ثبت کر دی (ختم اللہ علی قلوبہم) اور اللہ نے ان کے دل منتقل کر دیئے (طبع اللہ علی قلوبہم) کی آیات اس طرف اشارہ کرتی ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب کوئی شخص ایسی چیزوں پر یقین رکھتا، جو چھوٹی ہیں اور ایسی چیزوں کا ترکہاں کرنا جو کہ ممنوع ہیں، ترک کر دیتا ہے اس طرح وہ اپنا منہ سچ کی طرف نہیں مڑتا اور موقع محل کے نتائج کی وجہ سے نافرمانی کے اعمال پر خوشنودی کے متعلق یقین کر لیتا ہے اس طرح وہ ایسے ہی ہے کہ اس کی عادات اس کے دل پر نقش کر دی گئیں

(المفردات مصنف راغب اصفہانی صفحہ ۱۲۳ اور خاتم پر ملاحظہ کریں۔  
خاتم البینین کا مطلب ہے کہ ایسا ہی جس کی آمد سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا (المفردات مصنف راغب اصفہالی صفحہ ۱۲۲-۱۲۳)

تاج العروس میں رقم ہے :

نبی اکرم کے ناموں میں ختم اور ختم شامل ہیں جس کا مطلب ہے کہ نبوت ان کی بعثت کے بعد

ختم ہو گئی (تاج العروس جلد ۴ صفحہ ۱۸۶)

مجمع الجاد جلد نمبر ۸ صفحہ ۱۹۲ دیکھیں اس لیے لفظ خاتم (مہر) یا ختم جس کا مطلب ہے جو کوئی کسی چیز کو انجام تک پہنچاتا ہے کے لغوی معنی میں کوئی فرق نہیں اس بنیاد پر تمام لغات دالوں اور شارحین نے منفقہ طور پر خاتم البینین کو آخر البینین کے معنوں میں لیا ہے۔ عربی استعمال اور لغت کے نقطہ نظر سے لفظ خاتم ڈاک کی مہر کے معنی نہیں دیتا کہ جیسے لفافے کو جاری کرنے کے لیے اس پر مہر لگائی جائے بلکہ یہ اس چھاپ کو ظاہر کرتا ہے کہ لفافے کے اندر کیا چیز محفوظ ہے اس طرح جو کچھ بھی اس کے اندر ہے باہر نہیں آسکتا اور نہ ہی باہر کی کوئی چیز اندر داخل ہو سکتی ہے جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑ دی جائے۔ قرآن کریم کی آیت نمبر ۲۳-۴۰ کی بقیہ تمام تفسیر شارحین نے شرح کی ہے۔ ایک طرف قیامت کے



قریب حضرت مسیح علیہ السلام کے بارہ دنیا میں آنے کی کچھ احادیث ہیں بعض لوگوں نے ان روایت کو ذلک و سنت اور اسلام سے تصادم ہونے کی بناء پر ضعیف ٹھہرایا ہے لیکن ایک بڑی تعداد ان احادیث کو مستند مانتی ہے اور اکثریت کے نزدیک قرآن اور ان احادیث میں کوئی تصادم نہیں کیوں کہ اللہ کے رسول حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور اکرم کی بعثت سے بہت پہلے دنیا میں بھیجا گیا تھا جبکہ یہ آیت حضرت محمد کے بعد نئے نبی کی آمد کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام مسلم اُمہ کے ایک رکن اور اسلامی شریعت کے پیروکار کے طور پر اس دنیا میں آئیں گے۔ یہ مستند تشریحات اور آراء یہاں پر درج کی جا رہی ہیں:

(۱) علامہ ابن جریر طبری قرآن پاک پر اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت مبارکہ کی یوں تفسیر کرتے ہیں وہ نبوت کو ایک احتمال تک لائے اور اس پر پھر لگا دی۔ اب یہ دروازہ روزِ حشر تک کسی پر بھی نہیں کھلے گا۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۲ صفحہ ۱۲ -)

(۲) امام نہادی اپنی کتاب ”عقیدۃ السلفیہ میں متقی و پرہیزگار لوگوں کے نبوت کے بارے میں عقیدوں بالخصوص امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ علیہم کے متعلق لکھا ہے: ”اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے منتخب بندے، پیغمبر اور پسندیدہ رسول ہیں اور وہ آخری نبی ہیں وہ تمقینوں کے سردار اور سید الانبیاء اور محبوب دو عالم ہیں۔ (شرح التہوانی العقیدۃ السلفیہ / دار المعارف مصر صفحہ ۱۵، ۸۷، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲)

(۳) علامہ ابن خزم اندلسی لکھتے ہیں ”قطعاً یقینی طور پر رسول خدا کے وصال کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ایسا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وحی نبی کے علاوہ کسی پر مازل نہیں ہوتی اور خدا تعالیٰ نے خود کہا ہے محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکیں وہ اللہ کے رسول ہیں اور نبی آخر الزماں ہیں۔ المجلد جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۱

(۴) امام غزالی کہتے ہیں مسلم اُمہ میں یہ مکمل اتفاق ہے کہ نبی اکرم کے بعد کوئی نبی نہیں باری امت اس بات پر متفق ہے کہ حضور پاک کے اپنے الفاظ ”لا نبی بعدی“ کے بھی اس کے علاوہ کوئی معانی نہیں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر آئے گا نہ رسول“ جو کوئی بھی اس حدیث کی کسی دوسرے انداز میں تشریح کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اس کی تشریح غیر عقلی اور اس کی تحریر ملحدانہ ہوگی۔ امت اس بارے میں بھی اتفاق رائے رکھتی ہے کہ اس تشریح کے علاوہ کسی تشریح کی کوئی حیثیت نہیں ہے کوئی بھی اس سے انکار کرتا ہے وہ اجماع امت سے انکار کرتا ہے۔

(۵) محی السنہ بغوی اپنی کتاب معالم التشریح میں لکھتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے ذریعے نبوت

کا خاتمہ کر دیا اس لیے وہ آخری نبی ہے۔ اس کے علاوہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فیصلہ دیا ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(۶) علامہ زعزعی اپنی تفسیر الکشاف میں لکھتے ہیں ”اگر تم یہ پوچھتے ہو کہ حضور اکرم کیسے آخری نبی ہو سکتے ہیں جب کہ یہاں یہ عقیدہ موجود ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام روزِ محشر سے پہلے آخری دنوں میں دنیا میں مبعوث ہوں گے تو جواب ہے کہ نبی اکرم اس مفہوم میں آخری نبی ہیں کہ ان کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا جب کہ حضرت مسیح علیہ السلام ان نبیوں میں سے ہیں جنہیں نبی اکرم کی بعثت سے قبل دنیا میں رشد و ہدایت کے لیے بھیجا گیا اور جب وہ دوبارہ آتے ہیں تو وہ حضور اکرم کی شریعت کے پروردگار کے طور پر بھیجے جائیں گے اور وہ اسی طرح اپنا منہ قبلہ شریف یعنی کعبہ کی طرف کر کے نماز پڑھیں گے جس طرح امت کا کوئی دوسرا رکن پڑھتا ہے۔

(۷) قاضی ایاز لکھتے ہیں ”وہ جو کوئی اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی اسے حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح طہارت قلبی کے باعث یہ نبوت کا منصب حاصل کر سکتا ہے جیسے کہ کچھ فلاسفر اور نام نہاد صوفی یہ دعویٰ کرتے ہیں، اور اسی طرح جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا لیکن یہ دعویٰ کہ اس پر مازل ہوتی ہے، اس طرح کے تمام لوگ کافر ہیں اور منکرین پیغمبر ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیں مطلع کیا کہ وہ آخری نبی ہیں اور یہ کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اطلاع تھی انہوں نے نبوت ختم کر دی اور وہ نبی نوع انسان کے لیے بھیجے گئے اور ساری امت اس بات پر اتفاق رائے رکھتی ہے کہ ظاہری معنوں کے علاوہ ان الفاظ کے کوئی معانی نہیں اس سے مختلف تشریحات یا لغوی معانی کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں کے کافر ہونے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

(شفا جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱)

(۸) امام رازی نے خاتم النبیین الی آیت کی توضیح کرتے ہوئے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک پیغمبر کے بعد دوسرا نبی آتا ہے تو وہ رشد و ہدایت اور احکامات الہی کی وضاحت کا ایک مشن اپنے پیچھے چھوڑتا ہے اور یہ مشن مکمل ہوتا ہے اور اس کے بعد آنے والے کو اسے مکمل کرنا ہوتا ہے لیکن ایسا پیغمبر جس کے بعد کوئی دوسرا پیغمبر نہیں آتا وہ اپنی امت کے لیے بہت زیادہ رحم دل ہوتا ہے اور ان کے لیے واضح اور مکمل ہدایت فراہم کرتا ہے اس لیے کہ وہ ایک باپ کی مانند ہے جو یہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بیٹے کا کوئی سرپرست یا نگران نہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۵۸۱)

(۹) علامہ شہرستانی اپنی کتاب الملل والنہل میں لکھتے ہیں ”اور اسی طرح جو کوئی کہتا ہے کہ پیغمبر حضرت



عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا نبی مبعوث کیا جائے گا تو وہ کافر ہے اور اس مسئلہ پر دو اشخاص کے درمیان بھی کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ (الملل والنہل جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

(۱۰) علامہ بدایہ اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں۔ نبی اکرمؐ آخری نبی ہیں۔ جنہوں نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا ہے جس کے ذریعے نبیوں کے سلسلہ پر مہر لگا دی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ بعثت حضور اکرمؐ کے آخری نبی ہونے کا انکار نہیں اس لیے جب وہ آئیں گے تو شریعت محمدی کے پیرو ہوں گے۔

(۱۱) علامہ حافظ الدین اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں کہ نبی پاکؐ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی دوسرا شخص پیغمبر مقرر نہیں کیا جائے گا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پیغمبروں میں سے ہیں، جنہیں محمدؐ سے پہلے مبعوث کیا گیا تھا اور جب وہ دوسری مرتبہ آئیں گے تو رسول کریمؐ کی شریعت کے متعلقہ اور ان کی امت کے رکن کے طور پر دنیا میں آئیں گے۔ مدارک التنزیل جلد ۵ صفحہ ۴۱

(۱۲) علامہ علاؤ الدین بغدادی اپنی تفسیر خازن میں لکھتے ہیں "و خاتم النبیین، یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا۔ اب ان کے بعد کوئی نبوت ہوگی نہ ہی اس کے ساتھ کوئی شریعت یا مجلس ہوگی۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(۱۳) علامہ ابن کثیر اپنی معروف تفسیر میں راقم ہیں۔ اس طرح یہ آیت اس سلسلہ میں واضح حکم ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور جب ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو ان کے بعد کوئی بھی رسول رسالت کے لیے مخصوص نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کوئی نبوت عمومی طور پر ہر رسول پیغمبر ہوتا ہے لیکن ہر پیغمبر رسول نہیں ہوتا۔ جو کوئی بھی نبی اکرمؐ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کاذب، گمراہ، کافر اور مکر ہے اس بات کی کوئی اہمیت نہیں خواہ وہ مافوق الفطرت اور طلسماتی انداز اختیار کرتا ہے اور منوں کاری کھاتا ہے اور قیامت تک جو کوئی بھی اس منصب کا دعویٰ کرتا ہے اس کی بھی یہی حیثیت ہوگی۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۲۹۳-۲۹۴)

(۱۴) علامہ جلال الدین سیوطی (جلالین) میں لکھتے ہیں "وکان اللہ یبکی شیء علیما" اللہ تعالیٰ ہر چیز کے بارے میں علم رکھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں آئیں گے تو محمدؐ کی شریعت کو ماننے والے ہوں گے۔ (جلالین صفحہ ۷۶)

(۱۵) علامہ ابن نجیم اپنی کتاب میں رقم کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ محمدؐ

آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ عقیدہ مبادیات میں سے ایک ہے۔ (الاشاہ النظائر صفحہ ۱۷۹)

(۱۶) تلاطی قادری شرح فقہ اکبر میں رقمطراز ہیں کہ اس نکتہ پر امت مسلمہ میں مکمل اتفاق ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۲)

(۱۷) شیخ اسماعیل حنفی اپنی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں ائیم لفظ کو ختم پڑھا ہے جو کہ مہر لگانے کا آداب ہے جس کے ساتھ مہر ثبت کی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ حضور نبی اکرمؐ آخر میں بھیجے گئے اور ان پر نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا یا اس پر مہر لگا دی گئی۔

بعض لوگوں نے اس لفظ کو ختم پڑھا ہے جس کے معانی میں جو کوئی مہر لگاتا ہے۔ اس طرح لفظ ختم ختم کا مترادف ہے اس لیے ان کی امت کے ولی، علماء و ولایت کی شکل میں حضور اکرمؐ کے جانشین ہوں گے کیونکہ نبوت میں جانشینی کو ختم کر دیا گیا ہے (روح البیان جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۸)

(۱۸) قادری عالمگیری کے مطابق جو شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم سے ترتیب دیا گیا اگر ایک شخص اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ رسول اکرمؐ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہے اور اگر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول یا پیغمبر ہے تو اسے کافر قرار دے دیا جائے گا۔ (قادری عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

(۱۹) علامہ شوکانی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ علماء کی اکثریت نے لفظ ختم کو ختم پڑھا ہے اور ائیم نے خاتم، پہلی خواندگی کے مطابق اس کا مطلب ہے کہ نبی اکرمؐ نے نبیوں کے سلسلہ کا انجام کر دیا اور ان تمام کے آخر میں بھیجے گئے اور دوسری خواندگی کے مطابق وہ ان تمام پیغمبروں کے لیے مہر تھے جو ان سے پہلے آئے جس سے ان کے سلسلہ پر مہر لگا دی گئی اور جن کی شمولیت کے باعث پہلے آنے والے پیغمبروں کا گروہ توقیر حاصل کر گیا (فتح القدیر جلد ۴ صفحہ ۲۷۵)

(۲۰) علامہ الوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں رقمطراز ہیں "لفظ نبی عام ہے اور لفظ رسول خاص ہے اس لیے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے ناطے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں خاتم المرسلین بھی ہونا چاہیے اور ان کا آخری نبی اور رسول ہونا یہ معنی دیتا ہے کہ دنیا میں اللہ کی جانب سے نبوت ملنے کے بعد کسی جن یا انسان کے لیے نبوت کا منصب ختم کر دیا گیا ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)

جس کسی پر ان کے بعد نبوت کے سلسلہ میں وحی کا نزول ہوتا ہے، کافر قرار دیا جائے گا اور اس سلسلے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں (روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ ۳۸)

ختم نبوت کے بارے میں یہی نقطہ نظر مندرجہ ذیل شیوخ علمائے کرام نے بھی پیش کیا ہے۔

۱: علی بن ابراہیم (۲۲۹-۲۴۱ ہجری) تفسیر القمی صفحہ ۵۳۲ مطبوعہ نجف (عراق)

۲: شیخ ابو جعفر محمد بن حسن ابن علی طوسی تفسیر التبیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۴ مطبوعہ نجف (عراق)



- ۳۔ ملاحظہ اللہ کاشانی تفسیر منہاج الصدیقین جلد ۱، صفحہ ۳۳ مطبوعہ نجف (عراق)
- ۴۔ ابو علی فضل ابن حسین تبراسی تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ مطبوعہ نجف (عراق)
- ۵۔ ہاشم ابن سلیمان ابن اسماعیل حسینی تفسیر البرہان جلد ۲ صفحہ ۳۲ مطبوعہ قم (ایران)
- ۶۔ ملا محسن کاشی تفسیر الصفی صفحہ ۴۹۱ مطبوعہ نجف (عراق)
- ۷۔ علامہ حسین بخش انوار النجف جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۱ مطبوعہ لاہور
- ۸۔ مولانا سید عمار علی تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱۲ مطبوعہ دہلی
- ۹۔ مقبول احمد ترجمہ و تشریح قرآن صفحہ ۵۰، مطبوعہ لاہور
- ۱۰۔ حافظ فرمان علی ترجمہ و تشریح قرآن صفحہ ۵۸۵

زمخشری تفسیر کشاف میں قاضی بدوی انوار التنزیل میں امام رازی تفسیر کبیر میں امام نووی شرح مسلم جلد دوم ص ۱۸۹ میں اور شرح مسلم جلد ۱۸ صفحہ ۵، میں علاؤ الدین بغدادی تفسیر خازن ص ۴۲، ۴۱، میں تفسیر زانی شرح عقائدنا صفحہ ص ۱ میں ابن حجر عسقلانی فتح الباری جلد ۶ ص ۳۱۵، ۱۱، میں بدرالدین عینی عمدۃ القاری جلد ۱۶ ص ۴۰ میں، قسطلانی ارشاد السری جلد ۶ صفحہ ۱۸، ابن الہنیامی فتاویٰ حدیثہ ص ۱۲۸ میں ۱۲۹، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعات المعانی جلد ۳ ص ۳۴۳ میں زرقانی شرح مواطف الذمیر جلد ۲ ص ۱۱۶ میں اس نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے بارے میں احادیث اور قرآن کے درمیان کوئی تضاد یا اختلاف نہیں۔

یہ تمام رضائیں اور صراحتیں تمام دنیا کے ممالک کے ممتاز اور جدید علمائے کرام، قانون دانوں، محدثین اور شایعین نے کی ہیں۔ اس طرح تمام ذمہ دار افراد نے معتبر حوالے دیئے اور یہ حوالے اسلامی تاریخ کی پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرہویں صدی ہجری تک دیئے گئے نبی اکرمؐ نے کسی ایک احادیث میں آخری نبی کے مفہیم اور مطالب کی توثیق کی ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بنی اسرائیل کی رہنمائی پیغمبروں نے کی جب ایک پیغمبر کا وصال ہو جاتا دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ تاہم میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔ صرف خلفاء ہوں گے۔“ (بخاری، کتاب الانبیاء، جلد دوم، صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ بیروت، لبنان)

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مجھ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے حوالے سے میری حیثیت اس حکایت یا مثال سے سمجھی جا سکتی ہے۔ ایک شخص نے ایک عمارت تعمیر کی اور اس کی خوب آرائش و زیبائش کی لیکن اس میں ایک اینٹ کی حالی جگہ چھوڑ دی۔ لوگوں نے اس عمارت کو دیکھا، اس کے حسن سے متاثر

ہوئے، لیکن انہوں نے کہا یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ لگائی گئی؟ پس وہ اینٹ میں ہوں اور میں پیغمبروں میں سے آخری ہوں (میری بعثت سے نبوت کی سمارت مکمل ہو چکی ہے۔ اب اس میں کوئی خالی جگہ نہیں ہے جسے کسی اور پیغمبر نے پورا کرنا ہو) (بخاری کتاب المناقب، جلد دوم صفحہ ۲۰، مطبوعہ بیروت)

اسی موضوع پر مسلم (کتاب الفضائل) میں بھی آخری حدیث میں ان الفاظ کے اضافہ سے چار روایات بیان ہوئی ہیں "پس میں آیا اور پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا" یہی روایت ان ہی الفاظ میں ترمذی کتاب المناقب باب فضائل النبی میں بھی موجود ہے۔

مسند ابوداؤد میں یہ روایت جابر بن عبد اللہ کے حوالے سے بیان ہوئی ہے اور اس کے آخری الفاظ میں "میرے ذریعے پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔"

مسند احمد میں ابی بن کعب، ابوسعید خدری اور ابو ہریرہ کے حوالے سے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ روایات بیان کی گئی ہیں۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے دوسرے پیغمبروں سے چھ امور میں ممتاز کیا گیا ہے (۱) مجھے فصاحت کی خوبی سے مزیں کیا گیا ہے (۲) مجھے متاثر کرنے کی تاثیر دی گئی ہے (۳) مجھے مال غنیمت لینے کا حق دیا گیا ہے (۴) میرے لیے پوری دنیا کو مسجد بنایا گیا ہے (۵) مجھے پوری دنیا کے لیے پیغمبر مقرر کیا گیا ہے اور (۶) میرے ساتھ نبوت کا منصب ختم کر دیا گیا۔ (مسلم جلد دوم، صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ دارالکتب بیروت)۔

۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا میرے بعد نہ کوئی پیغمبر ہوگا اور نہ ہی نبی۔ (ترمذی جلد دوم صفحہ ۵۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ثمانے والا ہوں میرے ذریعے بد اعتقادی مٹادی جائے گی۔ میں اکٹھے کرنے والا ہوں، لوگ میدان حشر میں میرے پیچھے اکٹھے ہوں گے۔ اور میں آخر والا ہوں جس کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا" (مسلم جلد دوم، صفحہ ۲۷۱ مطبوعہ دہلی)

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ نے کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کی آمد کے بارے میں اتباہ نہ کیا ہو (لیکن وہ ان کے دور میں نہیں آیا) اب میں پیغمبروں میں سے آخری ہوں اور تم آخری امت ہو، اب وہ تم میں ظاہر ہوگا۔ (ابن ماجہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

عبدالرحمن بن جابر کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو کہتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ



علیہ وآلہ وسلم ایک روز ہمارے پاس اس طرح تشریف لائے جیسے وہ ہم سے رخصت ہونے والے ہوں اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا "میں اُمّی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں" پھر فرمایا "اور میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔" (مسند احمد، روایات عبداللہ بن عمرو بن عثمان)

۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہوگی۔ صرف اچھی خبریں دینے والے نقیب ہوں گے۔" آپ سے دریافت کیا گیا "اے اللہ کے پیغمبر اچھی خبریں دینے والے نقیب کون ہیں؟" آپ نے جواب دیا "سچا رویا" یا فرمایا "صالح رویا" مطلب یہ کہ اب وحی الہی کا کوئی امکان نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کسی شخص کو روحانی نصیحت ہوگا جو صالح رویا کی صورت میں ہوگا۔  
(ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۳۱۶)

۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میرے بعد کوئی پیغمبر آنا ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ پبلسٹی کراچی)۔  
۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا "تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔"  
(مسلم، جلد دوم صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ دہلی)۔

بخاری اور مسلم میں یہ روایت غزوہ تبوک کے سلسلے میں بیان کی گئی ہے۔ مسند احمد میں دو روایات سعد بن ابی وقاص کے حوالے سے بیان ہوئی ہیں جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یہ ہے "لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ اس سلسلے میں ابوداؤد، امام احمد اور محمد بن اسحاق نے جو مفصل روایات بیان کی ہیں وہ ظاہر کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک کے لیے روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کے لیے حضرت علیؑ کو پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ کیا اس سے بعض مکروں کو ناز یا بائیں کرنے کا موقع مل گیا۔ اس سے حضرت علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے پوچھا "اے اللہ کے پیغمبر آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ رہے ہیں"۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے ان کی تشنہ کی تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون"۔ مطلب یہ کہ جیسے حضرت موسیٰ نے کوہ طور کی طرف جاتے ہوئے ہارون کو بنو اسرائیل کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے چھوڑا تھا ایسے ہی آپ نے حضرت علیؑ کو مدینہ کے دفاع کے لیے پیچھے چھوڑا لیکن اس خدشہ کے تحت کہ کہیں حضرت علیؑ کا موازنہ ایک پیغمبر کے ساتھ کرنے سے کوئی شرارت نہ ہو، آپ نے فوری طور پر یہ بھی فرما دیا "میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا"۔

۱۱۔ ثوبانؓ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ” میرے بعد میری امت میں تیس فریب کار ظاہر ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے“ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۲)

ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ کے حوالے سے اسی موضوع پر ایک اور روایت بیان کی ہے۔ ترمذی میں بھی یہی دونوں روایتیں اپنی حوالوں سے بیان ہوئی ہیں۔ دوسری روایت میں کہا گیا ہے... حتیٰ کہ ۳۰ فریب کار ظاہر ہوں گے اور ہر ایک اللہ کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے گا۔

۱۲۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ” تم لوگوں سے پہلے نبو اسرائیل میں ایسے لوگ گزرے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے باتیں کیں لیکن وہ پیغمبر نہیں تھے۔ اگر میری امت میں سے کوئی شخص ہو سکتا ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہوں گے“ (بخاری کتاب المناقب جلد دوم صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ بیروت)

اس موضوع پر مسلم میں جو روایت بیان ہوئی ہے اس میں یکتون کی جگہ محدث کا لفظ آیا ہے لیکن دونوں الفاظ کا مطلب ایسے اشخاص سے ہے جن سے خدا نے باتیں کیں یا کسی ان دیکھی طاقت نے۔

۱۳۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ” میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے اور میری امت کے بعد کسی دوسرے

کی امت نہیں ہے“ (مسئقی جلد پنجم صفحہ ۱۹۷)

۱۴۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ” میں آخری پیغمبر ہوں اور میری مسجد (کسی پیغمبر کی) آخری مسجد ہے۔

(مراد مسجد نبوی، مدینہ سے ہے) (مسلم کتاب الحج صفحہ ۲۰۲)

۱۵۔ عراب بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ” میں آدمؑ کی پیدائش سے بھی پہلے

پیغمبروں میں سے آخری تھا“ (متدرک حکیم جلد دوم صفحہ ۳۱۸ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

۱۶۔ حضرت علیؓ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

” اے اللہ کے پیغمبر آپ کی وفات نے وہ چیز ختم کر دی ہے جو پہلے کسی کی وفات سے ختم نہیں ہوئی

تھی وہ ہے نبوت، وحی الہی اور دوسری پیغمبرانہ اطلاعات“ (منہج البلاغہ جلد دوم صفحہ ۲۵۵ مطبوعہ مصر)

۱۷۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو جعفر اور ابو عبد اللہ نے کہا... ” یقیناً اللہ نے تمہاری کتاب (قرآن مجید)

کے ساتھ دوسری تمام الہامی کتابیں ختم کر دیں اور تمہارے پیغمبر (محمدؐ) کے ساتھ پیغمبری کا سلسلہ بند کر دیا“

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ نولکتور)

یہ روایات کئی صحابہ کرامؓ کے حوالے سے معتبر راویوں نے بیان کی ہیں ان کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقے سے اور مختلف الفاظ میں زور دے کر کہا کہ



آپ آخری پیغمبر میں اور آپ کے بعد جو لوگ بھی پیغمبری کا دعویٰ کریں گے وہ فریب کار ہوں گے۔ قرآن کے لفظ خاتم النبیین کی اس سے معتبر قابل یقین اور حتمی وضاحت اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ یوں تو حضورؐ کا ہر بیان معتبر اور فیصلہ کن ہے لیکن جب آپ کسی قرآنی آیت کی وضاحت کرتے ہیں تو یہ اور بھی زیادہ مصدقہ اور فیصلہ کن ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے زیادہ بہتر قرآن پاک کو سمجھنے والا کون ہو سکتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص ختم نبوت کے کوئی مختلف معنی کرتا ہے تو وہ کیسے قابل توجہ ہو سکتا ہے۔ کیا یہ کہ اس کی پیروی کی جائے یا اس پر ایمان لایا جائے۔

یہ ایک مصدقہ اصول ہے تاہم میں ابن تیمیہ کی کتاب الایمان سے اقتباس بیان کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جب آنحضرتؐ قرآن یا سنت کے الفاظ کا مطلب یا ان کی شرح بیان کرتے ہیں تو ان کے مقابلے میں لغت کے معنی یا کسی اور مطلب یا شرح کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ (الایمان صفحہ ۲۷۱)

اتمام نبوت اسلام کا بنیادی اصول ہے علامہ ابن نجیم نے العشب والنظائر کتاب السیر باب الریاض (صفحہ ۱۷۹) لکھا ہے کہ جو شخص اتمام نبوت کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایمان کی بنیاد ہے جس کا ہر کسی کو علم ہونا چاہیے۔

امام غزالی (۵۰۵-۴۵۰ ہجری) قاضی ایاز (وفات ۵۰۵ ہجری) علامہ شہرستانی (وفات ۵۴۸ھ) ملا علی قاری (وفات ۱۰۱۶ ہجری) شیخ اسماعیل حقی (وفات ۱۱۳۷ ہجری) شوکانی (وفات ۱۲۵۵ ہجری) اور فتاویٰ عالمگیری کے مطابق جو شخص اتمام نبوت پر ایمان نہیں رکھتا یا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے شخص کا پیروکار ہے وہ منکر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا فیصلہ درج ذیل ہے۔۔۔ امام ابوحنیفہؒ (۱۵۰-۸۰ ہجری) کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا "مجھے اپنی نبوت کے ثبوت پیش کرنے کی اجازت دیں" امام نے فیصلہ دیا۔۔۔ "جو شخص اس سے نبوت کا ثبوت مانگتا ہے وہ بھی منکر ہو جائے گا کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے۔۔۔ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں۔"

(مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ ابن احمد المالکی جلد اول صفحہ ۱۶۱ حیدرآباد)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو شخص قرآن پاک میں تعبیر یا کسی اور طریقے سے جھوٹا مانتا ہے وہ قرآن کے کسی منکر سے مختلف نہیں۔ آنحضرتؐ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقیدہ رکھنا ایک مسلمان کا ایمان ہے اور یہ مذہب کی بھی بنیاد ہے۔ مندرجہ بالا محققین کے فیصلوں سے اس مسئلہ کی اور نبوت کے دعویدار یا اس کے پیروکاروں کی شرعی پوزیشن واضح ہو جاتی ہے۔

ہماری رائے میں قرآنی آیت خاتم النبیین اس مسئلے کا قاطع جواب ہے کہ آنحضرت کے بعد نبوت کا دعویٰ چھوٹا ہی ہوگا۔

کچھ لوگوں نے آنحضرت کے آخری نبی ہونے پر یہ کہہ کر انکار کیا ہے کہ خاتم کا مطلب آخری نہیں بلکہ اس کا مطلب ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین کہہ لیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس خاص شاعر یا مفسر کے بعد کوئی دوسرا شاعر یا مفسر پیدا نہیں ہوگا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ علم کا وہ مخصوص شعبہ مذکورہ شخص کے ساتھ مکمل ہو گیا لیکن یہ دلیل منعالطی میں ڈالنے والی ہے۔ مبالغہ کے طور پر کسی خطاب کے استحصال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خاتم کا لفظ ”آخری اور حتمی“ کی بجائے کمال اور عمدہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا اصول نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ کسی لفظ کے تمثیلی استعمال سے وہ لفظ اپنے حقیقی معنوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عرب کے سامنے ”جاء خاتم القوم“ کہتا ہے تو وہ اس کا مطلب یہ نہیں لے گا کہ قبیلہ کا بہترین کمال شخص آیا تھا بلکہ وہ اس سے یہی مطلب لے گا کہ قبیلہ کا آخری شخص آیا۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کچھ لوگوں کو خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء وغیرہ کے خطابات انسانوں کی طرف سے دیئے گئے تھے اور کوئی انسان کبھی نہیں جان سکتا کہ وہ جس شخص کو کسی خوبی کی وجہ سے خاتم کہہ رہا ہے اس خوبی کا کوئی شخص پیدا نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی زبان میں ان خطابات کی سوائے اس کے کوئی حیثیت نہیں کہ یہ کسی کی صلاحیت کو ماننے کی مبالغہ آمیز صورت ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ فلاں فلاں خوبی یا صلاحیت ختم کر دی گئی ہے اور کسی خاص شخص پر اس کا اتمام کر دیا گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کے مجازی معنی میں جبکہ بیان میں کوئی ابہام بھی نہ ہو۔ لہذا اللہ کے بیان خاتم النبیین اور کسی انسان کی طرف سے کسی شخص کو مبالغہ طور پر خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء وغیرہ کہنا دونوں کو کسی طرح بھی ہم پلہ یا ہم پایہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

قطعی حتمیت کے خلاف ایک دلیل کی بنیاد اس روایت کو بنایا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اس کی مسجد آخری مسجد ہے۔ دلیل دی گئی ہے کہ یہ آخری مسجد نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد دنیا میں لاتعداد مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ آخری مسجد کے یہ الفاظ دراصل اس مسجد کی فضیلت اور بے عیبی کو ظاہر کرتے ہیں لہذا مذکورہ دلیل گمراہ کن ہے۔ آخری مسجد کا مطلب آنحضرت کی آخری مسجد یا ایسی مسجد ہے جسے دوسری مساجد پر خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ اس ضمن میں امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے جو روایات بیان کی ہیں



ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں تین ایسی مساجد ہیں جن کو دنیا بھر کی مساجد پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان مساجد میں نماز پڑھنے سے دوسری مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا ثواب ملتا ہے۔ یہ مساجد مکہ کی مسجد الحرام بیت المقدس کی مسجد الاقصیٰ اور مدینہ کی مسجد نبوی ہیں۔ ان مساجد میں نماز ادا کرنے کے لیے سفر کرنا رازا ہے جبکہ کسی اور مسجد کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ دور و نزدیک کی باقی تمام مساجد رتبہ اور ثواب کے معاملے میں برابر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا یہ مطلب تھا۔۔۔ چونکہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا لہذا دنیا میں کوئی ایسی چوتھی مسجد نہیں بنائی جائے گی جس میں نماز ادا کرنے کا ثواب مذکورہ میںوں مساجد سے زیادہ ہو۔

اتمام نبوت کے اصول کے خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک قول بیان ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے۔۔۔ کہو کہ رسول اکرمؐ آخری نبی ہیں لیکن یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا پہلی بات تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے مصدقہ بیان کے بعد حضرت عائشہؓ کے کسی قول کا حوالہ دینا ویسے ہی محسوب ہے۔ علاوہ ازیں جو روایت حضرت عائشہؓ سے منسوب کی گئی ہے وہ معتبر نہیں کسی قابل ذکر راوی نے اپنے کسی مجموعہ میں اسے حوالے کے قابل نہیں سمجھا۔ اس کا ذکر صرف دو کتابوں میں ملتا ہے جن میں سے ایک قرآن مجید کے بارے میں تبصرہ ہے اور دوسری احادیث کی لغت کی کتاب۔ ان کتب میں بھی یہ قول راویوں کے سلسلے کا حوالہ دینے بغیر بیان ہوا ہے۔ لہذا یہ غیر معتبر ہے اور کسی مشہور اسکالر نے قابل اعتماد نہیں سمجھا۔ دوسری قابل ذکر حدیث ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے فرزند کے حوالے سے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو وہ سچے نبی ہوتے۔ اس حدیث کو امام نووی نے موضوعات الخیر کے صفحہ ۵۸ پر چھوٹ اور غلط بتایا ہے۔ راویوں کے سلسلے میں ابو شعبہ نامی جس شخص کا ذکر ہے وہ غیر معتبر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اسے ناقابل اعتبار بتایا ہے جب کہ امام نسائیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام احمد نے کہا ہے کہ اس روایت میں کوئی وزن نہیں ہے۔ امام ابوحاتم نے اسے حدیث کے معاملے میں ناقابل اعتبار بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد اول صفحہ ۱۲۲-۱۲۵)

آنحضرتؐ کی امام نبوت کے بارے میں مسلم کی تاریخ کے بعد مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی تاریخ اور ارتقاء بیان کرنا مناسب ہو گا۔ مرزا صاحب ۱۸۳۹ء تا ۱۸۴۰ء میں بھارتی پنجاب کے قصبہ ضلع گرداس پور میں پیدا ہوئے جبکہ بعد ازاں ان کے خاندان کے افراد میں سن پیدائش کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ ان کے بیٹے اور ان کی سوانح عمری سیرت ہمدی کے مصنف مرزا بشیر احمد کے پہلے نظریے کے مطابق سن پیدائش ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کی تاریخ پیدائش ۱۳ فروری

۱۶۱۵۹۷

۱۸۲۵ء مقرر کی (سیرت ہمدی جلد سوم صفحہ ۷۶) جبکہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ کے مطابق سن پیدائش ۱۸۲۱ء ہو سکتا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۲ کے مطابق معراج الدین نے تاریخ پیدائش ۱۸۲۲ء فروری ۱۸۲۲ء بتایا ہے۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۹۳ کے مطابق ۱۸۲۳ء یا ۱۸۲۴ء بھی ہو سکتا ہے۔

مرزا بشیر احمد اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کے درمیان یہ اختلاف رائے عجیب ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب کو ایسا ہی مانتے ہیں جسے علم الہی حاصل تھا اسے تو کم از کم سن پیدائش کے بارے میں غلطی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ چھٹی صدی ہجری کے درویش نعمت اللہ ولی نے اپنے بعد کے آنے والے دور کے بارے میں پیش گوئیوں کے بارے میں ایک نظم لکھی تھی جس میں یہ پیش گوئی بھی کی گئی تھی کہ تیرہویں صدی کے آخر اور چودہویں صدی کے شروع میں ایک فرد ایسا آئے گا جو شریعت کو بحال کرے گا۔

مرزا صاحب اپنے بارے میں وہی فرد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس نظم کے ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ وہ فرد اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ظہور کرنے کے چالیس سال بعد فوت ہو گا۔ مرزا صاحب اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہیں چالیس سال کی عمر میں مامور کیا گیا اس لیے وہ تقریباً اسی سال کی عمر پائیں گے (نشان آسمانی صفحہ ۱۱۵) اس کے بعد وہ اس الہام کا بھی دعویٰ کرتے ہیں جس میں انہیں کہا گیا کہ اللہ انہیں اسی (۸۰) سال سے چار پانچ سال سے کم یا زیادہ عمر دے گا۔ چنانچہ اس الہام کے مطابق پچھتر (۷۵) اور چالیس (۸۵) سال کی عمر میں فوت ہونا چاہیے تھا لہذا ان کے سن پیدائش میں اختلاف ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ دراصل ان کی عمر کے عرصے کو کھینچ تان کر پچھتر (۷۵) سال کے قریب ثابت کرنے کے لیے ہے۔

پیشین گوئی کو درست ثابت کرنے کی بے حسنی مولوی عبدالرحیم دردا ایم اے کے ایک خط سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ دردا صاحب تادیانیوں کے مبلغ ہیں اور اس نے یہ خط مرزا بشیر احمد کو مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں کی گئی اپنی تحقیق کے سلسلے میں لکھا تھا۔ خط میں کہا گیا تھا کہ مرزا صاحب کے سن پیدائش کا مسئلہ طے ہونا چاہیے اور یہ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء ہونا چاہیے۔ خط میں مرزا صاحب کے الہامات کے حوالے سے لکھا گیا تھا کہ لعل مرزا صاحب کو الہام میں ان کی عمر ۴۲، اور ۸۶ سال کے درمیان بیان کی گئی تھی۔ اگر سن ہجری کے حساب سے ان کی عمر ۴۲، اور ۸۶ سال کے درمیان ثابت کر دی جاتی ہے تو الہام سبھی سچا ثابت ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر ان کا سن پیدائش ۱۸۲۶ء اور ۱۸۳۶ء کے درمیان ثابت کر دیا جائے تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا (سیرت ہمدی جلد سوم صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸) اسی کتاب کے صفحہ ۷۱ پر بھی اسی وجہ کا انکشاف کیا گیا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے اپنے والد کی تاریخ پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مقرر کرنے کے بعد ہجری کیلنڈر کے



مطابق ان کی عمر ۵۰ سال سے زیادہ ثابت کی ہے۔ مرزا صاحب ایک ایسے زمین دار گھرانے میں پیدا ہوئے جو ان کی پیدائش سے پہلے کافی خوشحال رہا تھا لیکن ان کی پیدائش کے وقت حالات زمانہ کے باعث بد حالی کا شکار تھا۔ ۱۸۵۰ء میں ان کے والد عظیم مرتضیٰ نے اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے ایٹاٹاٹا کپنی کو جنگ آزادی لڑنے والوں پر جن کو حکومت غدار بتاتی تھی قابو پانے کے لیے پچاس (۵۰) لاکھ روپے اور پچاس (۵۰) سوار ہتھیار کیے تھے۔ برطانوی حکومت کی مداح سرانی کار حجان مرزا صاحب میں بچپن سے لے کر اپنی موت تک قائم رہا۔ انہوں نے اپنی کئی کتابوں اور کتابچوں میں برطانوی حکومت سے اپنے والد کی وفاداری اور اس کے عوض گوزر کے دربار میں کرسی پانے کے اعزاز کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ بار بار کیا ہے انہوں نے اپنی تحریریں میں اس حکومت کے ساتھ اپنی ناقابل شکست وفاداری کا حال بھی دیا ہے۔

مرزا صاحب نے کچھ استادوں سے مختصر سی بہت مذہبی تعلیم پائی۔ اپنے خاندان کی مالی حالت کی وجہ سے انہیں سیالکوٹ کی عدالتوں میں پندرہ (۱۵) روپے ماہوار تنخواہ پر بطور کلرک کام کرنا پڑا۔ ملازمت کا یہ سلسلہ ۱۸۶۲ء سے ۱۸۶۸ء تک جاری رہا۔ پھر انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور وہ اپنے خاندان کی جائیداد کی بجالی کے لیے مقدمہ بازی اور مذہبی لٹریچر کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۳۵ سال تھی جب ان کے والد فوت ہوئے (کتاب البریہ صفحہ ۶۱۲ تا ۱۳۹۱) گزشتہ صدی کے ساتویں عشرہ کے آخر میں انہوں نے عیسائیت، آریہ سماج اور برہمن سماج کے خلاف مضامین لکھنے شروع کیے۔ انہوں نے ان فرقوں کے عالموں اور ماننے والوں سے مناظرے بھی کیے۔ اس طرح وہ علماء اور مسلمان دانشوروں سے متعارف ہوئے اور ان میں انہیں کچھ شہرت بھی ملی۔

۱۸۷۹ء میں انہوں نے ایک پمپلٹ کے ذریعے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جس میں عیسائیت اور مذہب پر اسلام کی فوقیت ثابت کرنے کے لیے ۳۰۰ دلائل ہوں گے انہوں نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ کتاب کی تیاری کے سلسلے میں ٹیپنگی طور پر پینڈہ یا کتاب کی قیمت ارسال کریں کیونکہ کتاب شائع کرنے کے لیے انہیں پیسوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے حقیقت الہی کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ جب انہوں نے اپنی پہلی کتاب براہین احمدیہ لکھی تو اسے شائع کرنے کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں تھے تب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور انہیں مہینہ طور پر الہام ہوا جس کے مطابق انہوں نے خط لکھے اور انہیں مختلف ذرائع سے روپے موصول ہوئے۔ پہلی مرتبہ اس کتاب کی قیمت عام لوگوں کے لیے ۲۵ روپے اور مسلمانوں کے لیے دس روپے رکھی گئی۔ براہین احمدیہ جلد سوم ۱۹۰۰ء ایڈیشن سرودق کی پشت پر دیکھئے اس کتاب کی پہلی دو جلدیں شائع ہونے کے بعد اس کتاب کی قیمت عام لوگوں کے لیے

۱۰۰ روپے اور مسلمانوں کے لیے ۱۰ یا ۱۵ روپے رکھی گئی (صفحہ ۶۷)۔  
 اگرچہ کتاب کی قیمت پیشگی طور پر ادا کرتے والے لوگوں کی تعداد کافی تھی مگر ۱۸۸۴ء تک اس  
 کتاب کی صرف چار جلدیں شائع ہو سکیں۔ پانچویں جلد ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کی چوتھی اور پانچویں جلد  
 کے درمیان ۲۰ سال سے زیادہ کا عرصہ حائل ہے۔ اس عرصہ کے دوران ۸۰ کے قریب دوسری کتابیں لکھیں  
 لیکن وہ کتاب کی قیمت پیشگی طور پر بھجوانے کے احتجاج اور سخت تنقید کے باوجود پانچویں جلد جلدی مکمل  
 نہ کر سکے۔

ابتداء میں کتاب کی پہلی جلد صرف ۸۲ صفحات پر مشتمل تھی (۱۸۷۰ء کے ایڈیشن میں اس کی تلخیص صرف  
 ۲۵ صفحات میں کی گئی ہے)۔ یہ جلد ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی اور اس میں کتاب کی ضرورت، سچہ دینے  
 والوں کی فہرست اور چند نظموں کے علاوہ ایک کتابچہ بھی شامل تھا جس میں اعلان کیا گیا تھا کہ جو شخص اپنے  
 مذہب کی الہامی کتب کے دلائل کی بنیاد پر مرزا صاحب کی کتاب میں دیے جانے والے ۵/۱  
 دلائل کو غلط ثابت کرے گا اس کو دس ہزار روپے کا انعام دیا جائے گا۔ ۱۸۸۰ء میں دوسری جلد  
 جس کے ۵۵ صفحے تھے شائع کی گئی۔ یہ جلد دراصل اصل کتاب کا دبا چھ تھی۔ ۱۸۸۲ء میں ۴۳ صفحات  
 پر مشتمل تیسری جلد شائع ہوئی جب کہ ۲۸۲ صفحات پر مشتمل چوتھی جلد ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔

کتاب کی پانچویں جلد کے صفحہ ایک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے ابتداء میں یہ کتاب  
 ۵۰ جلدوں میں شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا جس کے لیے بہت سے لوگوں نے پیشگی طور پر کتاب کی  
 قیمت ادا کر دی تھی۔ بعد ازاں مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ پانچویں جلد کے شائع ہونے سے ان کا  
 وعدہ پورا ہو گیا ہے کیونکہ پانچ اور چالیس میں صرف ایک صفحہ کا ہی تو فرق ہے۔

اگرچہ کتاب کی اشاعت سے پہلے شائع کیے جانے والے کتابچوں کے بارے میں مسلمانوں نے نہایت  
 مثبت رد عمل کا اظہار کیا تھا لیکن مرزا صاحب نے امیر لوگوں کے رویے کے بارے میں شکایت کرنے  
 کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہاں پر چندہ میں موصول ہونے والی دو رقوم کی مثالیں دی جاتی ہیں  
 صرف ایک شخص نے پانچ ہزار روپے چندہ دیا جوئی زمانہ لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ بنتا ہے جب کہ ایک  
 دوسرے شریف آدمی نے اڑھائی اڑھائی سو روپے کی دو تیس ارساں کیں (دیکھیے صفحہ ۵ ایڈیشن ۱۹۰۵ء)  
 مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہیں تین لاکھ سے زیادہ الہام ہوئے۔ جن میں سے پچاس ہزار الہاموں  
 کا تعلق مال و دولت سے ہے یعنی یہ دولت کیسے اور کہاں سے وصول ہوگی۔ اس دعویٰ سے ظاہر  
 ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ذہن میں مال و دولت کے امور کتنی زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔

براہین احمدیہ کا جس میں تین سو دلائل کا وعدہ کیا گیا تھا، مرکزی خیال الہام یا فیضان الہی تھا۔ جو بقول مرزا صاحب پیغمبر پاک کے ان سپرد کاروں میں جن میں اس کی اہمیت ہو جاری رہتا ہے۔ یہ کتاب جس مقصد کے لیے شائع کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا پورا ہو یا ہو یا نہیں تاہم وہ مقصد جس کا وعدہ نہیں کیا گیا تھا مگر وہ مصنف کے ذہن میں ضرور تھا، کافی حد تک پورا ہو گیا۔ کتاب کی جلد سوم اور چہارم کا اہم مرکزی خیال مرزا صاحب کے مبینہ الہامات ہیں یا وہ نظریات ہیں جو ان کے مسیح موعود، موعود مہدی اور نبی کے مستقبل کے وعدہ کی بنیاد تھیں۔ مامور من اللہ کا بنیادی دعویٰ تاہم کتاب کی تیسری جلد میں کیا گیا (سیرت المہدی جلد دوم صفحہ ۱۵۱) جو پختی جلد میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہیں ان کے مجدد ہونے کے اشارے مل رہے ہیں (دیکھئے صفحات ۵۰۲، ۵۰۳، براہین، حیات طیبہ از عبد القادر صفحہ ۶۹، سیرت مہدی جلد دوم صفحہ ۱۵۱ بھی دیکھئے)۔ یہ کتاب دوسروں کے تخریج پر شائع کرانے کا اصل مقصد درحقیقت ذاتی پراپیگنڈا اپنے مبینہ الہامات کی تشہیر اور اپنے ان نظریات کی اشاعت تھی۔ جن سے ان کے دعویٰ نبوت کو مدد ملتی تھی۔ اس نکتہ کو ثابت کرنے کے لیے براہین احمدیہ کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) علم باطنی امور سے متعلق معلومات کے ناپنے کا پیمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ امت محمدی میں ایسے لوگ پیدا کرتا رہتا ہے جو قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے احکامات پر سچائی اور خلوص سے عمل کرتے ہیں اور پیغمبر اسلام صلعم کو اللہ کا ایسا صادق اور اکمل ترین پیغمبر مانتے ہیں جو دوسرے تمام پیغمبران علیہ السلام سے زیادہ نمایاں اور محترم ہے جو سب پیغمبروں سے آخر میں آئے اور ہدایت دینے والے رہنما ہیں۔ (صفحہ ۲۱۵)

(۲) یہ پیغمبرانہ الہام سے جو ختم ہو چکا ہے مختلف ہے لیکن مذکورہ فیضان ختم نہیں ہوگا۔ اس قسم کا فیضان پیغمبرانہ الہام کا بہت بڑا ثبوت ہے (صفحہ ۲۱۵)

(۳) علم کو اس کے لغوی معنوں تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر علماء کا اتفاق رہتا ہے کہ علم وحی کے مترادف ہوتا ہے (صفحہ ۲۲۱)

(۴) ہمارے اور علماء کے درمیان لفظوں کا اختلاف ہے جو معلومات الہیہ میں اسے ہم وحی کہتے ہیں اور علماء اسے علم کہتے ہیں۔ (صفحہ ۲۲۲)

(۵) اگر علماء کو باطنی علم میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تو وہ نبی کے علم کے وارث کیسے بن سکتے ہیں۔

(۶) کیا حضور اکرم نے یہ نہیں کہا کہ اس امت میں محدث (جن کا خدا سے سلسلہ کلام قائم ہو)



ہوں گے (صفحہ ۲۳۱)

(۷) صراطِ مستقیم سے انحراف دور کی شدید غلط فہمی، ان لوگوں کی دھوکہ بازی جو آرام طلبی اور لاپرواہی کی بے حد بے توجہی کی تردید کرتے ہیں۔ مخالفین کی بدعت میں شدت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ایسے افراد کے دھبی علم کو رسولوں کے علم جیسا ہونا چاہیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو حدیث میں اشل اول قرآن میں صدیق کہا گیا ہے (صفحہ ۲۳۲)

(۸) ان کے ظہور کا وقت پیغمبروں کے ظہور کے وقت کا مماثل ہوتا ہے۔ ان دونوں کی بعثت کا انحصار لوگوں کے صراطِ مستقیم سے انحراف کی شدت اور بے توجہی پر ہوتا ہے (صفحہ ۲۳۳)

(۹).... ترجمہ

اے احمد اللہ تمہیں برکت دے

آپ اس دور میں خدا کے حکم سے اس کے پہلے نائب ہیں۔

کہو حق آیا اور باطل گیا۔

کہو ان سے، اگر میں مجھو ہوں تو میرا گناہ مجھ پر ہے۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور

سچے دین کے ساتھ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ (صفحہ ۲۳۹)

اے احمد اللہ نے اپنی رحمت تمہارے ہونٹوں پر پھیلا دی۔ تم میری آنکھوں پر ہو۔ اللہ تمہارا ذکر بلند

کرے گا تمہارے لیے۔

اے لیٹے ہوئے، کھڑے ہو جاؤ، ڈرو، اپنے رب کی تکبیر بلند کرو (صفحہ ۲۳۲)

میں تمہیں اپنی طرف بلند کروں گا اور اپنی محنت دوں گا۔ (صفحہ ۲۳۲)

(۱۰) اس مرحلہ پر کوئی ایسا شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ امت محمدی کے ایک عام شخص کو کنوینکرا سمار،

خوبیوں اور فضائل میں شریک بنایا جاسکتا ہے۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ ایک پیغمبر بھی اس پاک ملکیت کے کیسے برابر ہو سکتا ہے حتیٰ کہ فرشتے تک اس کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اے حق کے متلاشیو! غور

اور توجہ سے سنو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ظاہر ہوگی اور اب تک اس کے نور کی شعاعیں مخالفوں کو خاموش کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دانش اور رحمت سے یہ انتظام کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی امت کے کوئی بھی شخص جو آپ کو پوری عاجزی سے مانتے ہیں۔ اپنے غیر اہم وجود کے ذریعے

آپ کی رحمت ظاہر کرے۔ ان پر اللہ کی طرف سے خواہ کسی قسم کی تعریف بھی عائد کی جائے یا ان سے کسی

قسم کے نشانات بھی ظاہر ہوں۔ ان تمام تعریفوں کا موضوع رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں لیکن

اپنے وجود کی وجہ سے سنت رسول کا پیروکار وہ شخص نورانی جو وجود باوجود حضرت نبوی ہے ایک نفل کی مانند ہے۔ اس وجہ سے اس مقدس شخصیت میں اللہ کا جو بھی نور نمودار ہو اس کے نفل میں نبات خود جلوہ گر ہے۔ اس حالت اور رویہ کا ظہور نفل میں تمام لوگوں کے لیے معروف ہے اور کوئی راز نہیں۔ (صفحہ ۲۴۳ مزید صفحہ ۳۰۱)

(۱۱) اے آدم آپ اور آپ کی زوجہ جنت میں رہو۔ اے احمد تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہتے ہو میں نے تمہارے اندر علم لدنی کے ذریعے سچائی کی روح پھونکی۔ مرزا صاحب نے اس کا ترجمہ حسب ذیل کیا اے آدم، اے مریم، اے احمد تم اور جو تمہارے پیروکار ہیں جنت میں داخل ہوئے یعنی سچی نجات پا گئے۔ (یہاں پر مرزا صاحب وضاحت کرتے ہیں کہ آدم بغیر رماں باپ کسی مدد کے پیدا کیے گئے تھے لہذا آدم میں کسی خارجی مدد کے بغیر روح پھونکی گئی تھی۔ چنانچہ یہ روح پھونکنے کا عمل پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے لہذا نتیجہ کے طور پر یہ وراثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کو بھی ودیعت ہوئی۔

(۱۲) انما انزناہ قریب من القادیان وبالحق انزلناہ بالحق نزل صدق اللہ ورسولہ۔ مرزا صاحب اس کی درج ذیل وضاحت کرتے ہیں۔ ہم نے ان نشانات اور عجائبات کو تخلیق کیا اور یہ وحی جو معانی اور سچائی سے پُر ہے۔ قادیان کے قریب آماری۔ سچائی کی وجہ سے اور ضرورت کی وجہ سے۔ اللہ اور اس کے رسول نے اطلاع دی پوری ہوئی۔ اللہ جو چاہتا ہے پورا ہوتا ہے۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے ظہور کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں اشارے کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی بتایا ہے۔ جلد سوم میں دینے گئے الہام میں اس اشارے کا ذکر ہے۔ خدائی اشارہ اس آیت میں ہے۔

اس نے اپنا پیغمبر رہنمائی اور سچے مذہب کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر فوقیت دلائے۔

یہ آیت طبعی اور سیاسی معنوں میں مسیح کے حق میں ہے اور اسلام کی فوقیت یا فتح مسیح کی فتح کے ظہور پاتے گی۔ مسیح کے دوسرے ظہور سے اسلام دنیا بھر میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر نیل ظاہر کیا گیا کہ اس کی عاجزی اور انکسار، خدا پر بھروسہ اور بے غرضی اور واضح نشانات کی بنا پر وہ حضرت مسیح کے تمثیل میں اور ان کی فطرت حضرت مسیح سے بہ غایت درجہ مماثلت رکھتی ہے گویا کہ ایک ہی سکتے کے دو رخ یا ایک ہی پیر کے دو پھل ہوں جس طرح کہ حضرت مسیح جو کہ اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم نبی تھے حضرت

موسیٰ کے پیروکار اور ان ہی کے دین کے پیروکار تھے اور ان کی بائبل تورات ہی کی ایک شاخ ہے۔ اسی طرح یہ عاجز بھی اس عظیم نبی کا پیروکار ہے جو کہ تمام پیغمبروں کا سردار ہے۔ اگر وہ حامد میں تو میں (مرزا صاحب) احمد ہوں۔ اگر وہ محمود میں تو میں (مرزا صاحب) محمد ہوں (یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مرزا صاحب جب اپنی ذات کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منقش ہیں چونکہ اس عاجز کی یسوع مسیح کے ساتھ مکمل مشابہت ہے تو خدا نے شروع ہی سے یسوع علیہ السلام کے بارے میں پیش گوئی کے وقت اس عاجز کو اس میں شامل رکھا۔ یسوع مسیح اس پیش گوئی کے حسابی مظہر ہیں جبکہ یہ عاجز اس کا روحانی مظہر ہے۔ اسلام کی روحانی فتح جو کہ ناقابل تردید منطق اور دلائل پر مبنی ہے۔ اس عاجز کے ذریعے ظہور میں آئے گی خواہ وہ اس عاجز کی زندگی میں ہو یا اس کی موت کے بعد۔

(۱۱۳) اس طرح خدا نے اس عاجز خادم کو اس زمانے میں ظاہر کر کے اور اس پر سینکڑوں آسمانی نشان جن میں محض امور کا انکشاف اور علم اور ناقابل تردید دلائل سے اس خادم کو مدلل کرنا شامل ہے۔ یہ ظاہر کیا کہ وہ ہر زمانے اور ہر ملک میں قرآنی سچائی کی حکمت ظاہر کر دے۔

(۱۱۴) جو ذرائع اور دلائل دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے اس خادم کو سونپے گئے ہیں۔ اس سے قبل کسی بھی شخص یا امت کو نہیں دیئے گئے۔

(۱۱۵) میں یہ لکھ چکا تھا کہ اس موقع پر ایک شخص شہاب الدین نے کہا کہ مولوی غلام اللہ، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی عبدالغفری اور چند دوسرے مولویوں نے ان الہامات سے انکار کیا جو انبیاء کے الہامات سے مشابہت رکھتے ہوں۔ ان اصحاب کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ الہام سچا ہوتا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اس کے زیادہ مستحق تھے۔ اپنے اس بیان کی تائید میں شیخ عبدالقادر جیلانی اید مجد والفت ثانی کے مکاتیب کا حوالہ دیتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے خطوط کے مجموعے کی دوسری جلد کے مکتوب نمبر ۱۱ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جو شخص نبی نہیں ہوتا اس کا خدا کے ساتھ براہ راست کوئی ایسا رابطہ نہیں ہوتا جس سے اسے یہ شرف حاصل ہو کہ خدا اس سے براہ راست ہم کلام ہوا ہو۔ ایسے شخص کو محدث کہتے ہیں جو کہ انبیاء کے منصب کے قریب تر ہوتا ہے۔

(۱۱۶) خدا نے تمہیں ترک نہیں کیا اور نہ ہی وہ تم سے ناراض ہے۔ کیا ہم نے تمہارا انشراح صدقہ نہیں کیا کیا ہم نے تم پر ہر چیز آسان نہیں کر دی اور کیا ہم نے تمہیں بیت الفکر اور بیت الذکر عطا نہیں کیا جو بھی بیت الذکر میں داخل ہوتا ہے تاکہ ایمان حاصل کرے۔ اس کا انجام خیر ہوگا جبکہ بیت الفکر سے وہ کمرہ



مراد ہے جہاں کہ میں موجود رہا اور جہاں سمجھ کر میں یہ کتاب تالیف کر رہا ہوں۔ بیت الذکر اپنے اندر مسجد کی خصوصیات رکھتا ہے اور اس پر لکھی ہوئی عبارت سے اس کی تعمیر کی تاریخ کا پتہ چل جاتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ مبارک و مبارک و کلی امر مبارک۔ لیجعل فیہ۔

جن کا مفہوم یہ ہے کہ یہ مسجد مبارک ہے اور برکات کا باعث ہے اور اس میں ہر مبارک کام سرزد ہوتا ہے (صفحات ۵۵۸، ۵۵۹)

براہین احمدی کی جلد سوم و چہارم کے مذکورہ بالا اقتباسات سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔  
۱۔ مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اللہ تعالیٰ سے براہ راست رابطہ تھا اور اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہم کلام ہوتا تھا۔

۲۔ انہوں نے اپنے کلام کو وحی سے تعبیر کیا اور علماء کی طرف سے اعتراض کے خطرہ کے پیش نظر انہوں نے لکھا کہ یہ محض لغوی جھگڑا ہے۔ وہ خدائی اطلاع کو وحی کہتے ہیں جب کہ علماء اسے الہام کہتے ہیں۔

۳۔ انہیں مستقبل کے واقعات کے بارے میں محض حاصل تھا۔

۴۔ اس گناہ بھری دنیا میں مصلح اہل بیت کی مانند ہوا ہے اور ایسے افراد کو حدیث میں "مثل" اور قرآن میں صدیق کہا گیا ہے۔

۵۔ ان کا آنا گویا انبیاء کے ظہور کے مشابہ ہے۔

۶۔ اگرچہ کوئی شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسابقت نہیں کر سکتا تاہم ان کا راسخ العقیدہ پیروکار ہونے کی جہت سے وہ آنحضور کا ظل (سایہ) بن سکتا ہے۔

۷۔ ظل کی شکل میں ظہور حقیقی رہنمائی کا ظہور ہوتا ہے۔

۸۔ اگر رہنما حاضر ہے تو ظل احمد ہے، اگر اول الذکر محمود ہے تو موخر الذکر محمد ہے۔ مرزا صاحب جو یہاں پر اپنا ذکر کر رہے ہیں۔ مختلف الفاظ میں اپنے نام پر صلعم کے الفاظ ڈالتے ہیں جو کہ ان کے پندار میں ان کا نام ہے۔

۹۔ مرزا صاحب یسوع مسیح (حضرت عیسیٰؑ) کے متماثل ہیں اور ان کی آمد کے بارے میں پیش گوئی جسمانی طور پر تو حضرت مسیحؑ کی ذات میں پوری ہوئی جب کہ روحانی طور پر مرزا صاحب اس کے مصداق ہیں۔

۱۰۔ محدث کی آمد کی خبر خود رسول اکرمؐ نے دی تھی جب کہ مجدد الف ثانیؑ کے نزدیک محدث وہ شخص ہے جس کا رابطہ براہ راست خدا کے ساتھ ہو اور خدا اس سے ہم کلام ہوتا ہو۔ یوں ان کا منصب انبیاء

کے قریب ہے۔

۱۱۔ قرآن پاک کی آیت۔ "هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق۔۔۔" کا مصداق مرزا

صاحب تھے۔

۱۲۔ اگرچہ مذکورہ آیت حضرت مسیحؑ کے بارے میں سیاسی اور جسمانی اعتبار سے پیش گوئی تھی: تاہم مرزا صاحب حضرت مسیحؑ کی پہلی آمد کے مثل ہیں اور دراصل دونوں ایک ہی سکتے کے دو رخ ہیں۔  
۱۳۔ خدا نے مرزا صاحب کو یہ الہام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔ بیت الفکر وہ چوہارہ تھا جس میں بیٹھ کر انہوں نے براہین احمدیہ تالیف کی۔ اور بیت الذکر سے ان کی مراد وہ مسجد تھی جو کہ اس چوہارہ کے قریب تعمیر کی گئی تھی۔ مرزا صاحب کے الہام کی رو سے یہ مسجد مبارک ہے اور دوسروں پر خیر و برکت نازل کرتی ہے اور اس میں کیا جانے والا سہر علی مبارک متصور ہے۔

ان نکات سے یہ ظاہر ہے کہ جب مرزا صاحب نے اپنے دعاوی کی بنیاد رکھی تو انہوں نے الہام پر مسلسل زور دیا جسے انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی بنا پر دعوئی کا نام دیا۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۲ء میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ مامور من اللہ ہیں اور ان کے مامور من اللہ ہونے کا مقصد اصلاح ہے جس کی تفصیلات انہوں نے براہین احمدیہ کی جلد سوم میں درج کیں۔ اس کے دو سال بعد انہوں نے مجدد ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کی تائید میں انہوں نے لکھا کہ وہ شیل مسیح ہیں اور ان کی آمد کا مقصد وہی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی آمد اول کا مقصد تھا۔ اور ظل نبوت کا مدعی ہونے کی غرض سے خود کو صاحب الہام ظاہر کیا اور خود قرآن پاک کی ۲۸ ویں سورت کی ۲۸ ویں آیت کا مصداق ظاہر کیا۔ اس طرح سے انہوں نے مسیح موعود اور نبی ہونے کی راہ میں حائل نام رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کی۔ اپنے دعویٰ کے مطابق چار پانچ مواقع پر مرزا صاحب کے الہام کی صورت اور ہئیت بھی وہی تھی جس طرح سے کہ رسول اکرمؐ کو الہام ہوا۔

ان اقتباسات میں ایک اقتباس یہ بھی ہے کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام جسد عنقریبی کے ساتھ دوبارہ نازل ہوں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ کوشش بھی کی گئی کہ مسیح علیہ السلام کا کشمیر میں طبعی موت پا جانا ثابت کیا جائے جس سے یہ نتیجہ نکالنا مطلوب تھا کہ ان کا یہ جسد عنقریبی دوبارہ تشریف لانا ناممکن تھا۔

یہ ہے انجام کار خود مرزا صاحب ہی اس پیش گوئی کی تکمیل کے لیے شیل مسیح بن گئے۔

قرآن پاک میں یہ واضح آیت موجود ہے کہ رسول اکرم صلعم خاتم الانبیاء ہیں، اس رکاوٹ کو اٹھانے کے لیے یہ معنی تلاش کیے اور کیا گیا اور یہ تاویل کی گئی کہ آئناہ امت مسلمہ میں سے آنے والے نبی

رسول اکرم کی مہر ثبت ہونے کے بعد آیا کریں گے۔

مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہر چند کوئی واضح حوالہ موجود نہیں ہے لیکن مرزا صاحب نے خود کو جن صفات سے متصف کر لیا۔ ان کے پیش نظر ان کے لیے خود کو مہدی ظاہر کرنا مشکل نہ رہا۔

مرزا صاحب نے خود کو ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ظاہر کیا اور اس کے بعد سے مسیحی مبلغین اور مشنریوں کے ساتھ اس موضوع پر مناظرے بھی کیے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک مسیحی عالم عبداللہ آتھم اور دیگر مشنریوں کے ساتھ ۲۲ مئی ۱۸۹۳ء سے ۵ جون ۱۸۹۳ء تک اسلام کی حقانیت اور صداقت کے موضوع پر ایک معرکہ آرا مناظرہ کیا۔ مناظرہ کے آخری روز مرزا صاحب نے عبداللہ آتھم کے دلائل سے عاجز آ کر ایک پیش گوئی کر دی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

”مناظرہ کی آخری رات میں نے کمال خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی کہ

وہ خود ہی اس امر میں حاکم عادل بنے کیونکہ ہم تو محض اس کے عاجز خادم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے

والے حکم کی غیر موجودگی میں خامس و قاصر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ نشان ظاہر کیا کہ اس مناظرہ میں جو شخص

عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور حقیقی خدا کو ترک کر کے ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ ماہ کے

اندر اندر ہادیہ میں گرایا جائے گا اور ذلیل و خوار ہوگا بشرطیکہ اس نے توبہ نہ کی اور رجوع نہ کیا لیکن جو

شخص سچا ہے اور حقیقی خدا کی پرستش کرتا ہے وہ عزت پائے گا۔ جب یہ پیش گوئی پوری ہوگی کسی اندھے

دیکھیں گے اور کسی ننگر ٹے چلیں گے اور کسی بہروں کی قوت سماعت بحال ہو جائے گی۔۔۔۔۔ میں اعلان

کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی ثابت ہوئی اور جھوٹا فریق ہادیہ کے اندر یعنی پندرہ ماہ کی مدت میں زمرا تو میں

ہر سزا بھگتے کے لیے تیار ہوں۔ مجھے رسوا کیا جائے۔ ذلیل و خوار کیا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے اور میری

گردن میں رسی ڈال دی جائے یعنی پھانسی دے دی جائے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ضرور

ایسا کرے گا۔ (جنگ مقدس صفحات ۸۳-۸۴ سلسلہ تصانیف جلد پنجم صفحہ ۲۵۶۲)

۲۲ اگست ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے نمشی رستم علی کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنی اس

پریشانی کا اظہار کیا کہ شخص مذکورہ (عبداللہ آتھم) ابھی تک صحت مند اور فریب ہے اور مرزا صاحب نے

اللہ سے دعا مانگی کہ وہ انہیں (مرزا صاحب) کو ابتلا سے محفوظ رکھے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم مکتوب ۳ صفحہ ۱۲۸ بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۳۲۲)

سیرت مہدی (جلد اول صفحات ۱۵۹-۱۶۰) میں وہ اقدام بیان کیے گئے ہیں جو مرزا صاحب نے اپنی

پیش گوئی کے لیے کیے۔ بیان کیا گیا ہے کہ میاں عبداللہ سنوسی نے اسے بتایا کہ آتھم کے متعلق پیش گوئی کی



مدت ختم ہونے سے ایک روز پہلے مسیح موعود نے ایک مقررہ مقدار میں چنے لانے اور ان پر قرآن پاک کی کچھ آیتیں پڑھنے کو کہا۔ (مصنف نے ان کی تعداد اور یہ کہ وہ قرآن کے کون سے حصے تھے نہیں بتائے) میاں عبداللہ موسیٰ نے بتایا وہ ساری رات قرآن کی مقرر کردہ عبارت پڑھا۔ تلاوت ختم کرنے کے بعد وہ مرزا صاحب کے پاس گئے۔ مرزا صاحب ان دونوں کو تادیبان سے باہر غالباً شمال کی سمت لے گئے اور انہیں چنے ایک غیر استعمال شدہ کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا اور پھر منہ مڑ کر پیچھے دیکھے بغیر وہاں سے واپس جانے کو کہا۔ دونوں نے ان ہدایات پر عمل کیا۔

پیش گوئی کے آخری روز احمدیوں کے چہرے ٹٹکے ہوئے تھے اور بہت مایوس و ناامید نظر آتے تھے۔ چند لوگوں نے بے خبری کی بنا پر آتھم کی موت سے متعلق شیطانی لگا رکھی تھیں۔ وہاں ہر طرف مایوسی و ناامیدی پھیلی ہوئی تھی۔ رگ نمازوں کے دوران زار و قطار رو رہے تھے اور خدا سے دعا کر رہے

تھے کہ ان کی تذلیل نہ ہو۔ (سیرت مسیح موعود مصنف شیخ یعقوب علی، تادیبانی مذہب صفحہ ۳۲۵)

مرزا صاحب نے اس کی وضاحت اس طرح کی کہ پیش گوئی اس بات سے مشروط تھی کہ آتھم اپنے عقائد سے نہیں پھرے گا۔ مناظرے کے دوران اس نے خود ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا لفظ رجال ستر افراد کے سامنے نہ صرف واپس لے لیا بلکہ مسلسل ۱۵ ماہ تک اس بارے میں خاموش رہ کر ثابت کیا کہ وہ اس پر قائم ہے۔ پیش گوئی کی وجوہات یہ تھیں کہ اس نے رسول کریم کو رجال کہا تھا لیکن اس پچھتاوے کی وجہ سے وہ ۱۵ ماہ بعد فوت ہوا۔ (روحانی خزائن، جلد ۹ صفحہ ۶ کشتی نوح سے شائع شدہ ۱۹۰۲ء اور دیکھئے تحقیقی الوجی صفحہ ۸) مرزا صاحب نے نسیم دعوت (شائع شدہ ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۱) میں لکھا ہے کہ پیش گوئی کی تکمیل میں بعض اوقات پچھتاوے کی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ آتھم کے بارے میں پیش گوئی کے بارے میں کوئی اعتراض اس وقت اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگر میں خود آتھم سے پہلے مرزاوں (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۱۴ شائع شدہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۸۵) یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ پیش گوئی میں اس بات کا ذکر نہیں تھا کہ آتھم نے چونکہ رسول کریم کے بارے میں ماضی بالفاظ استعمال کیے اس لیے اس کے بارے میں پیش گوئی کی جارہی ہے۔ پیش گوئی کی بنیاد یہ بات تھی کہ آتھم حقیقی خدا کو چھوڑ کر ایک بے کس انسان کو اپنی الہامی کتابوں کی رُس سے خدائی مقام پر فائز کر رہا تھا۔ آتھم کی موت کے بارے میں پیش گوئی میں مقرر کردہ پندرہ ماہ اس کی تکمیل کے بغیر ختم ہو گئے۔ امرتسر کے مولوی ثناء اللہ مرزا صاحب کے بڑے مخالفین میں سے تھے۔ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو ایک خط لکھا کہ وہ جو ریپبلکہ کر رہے ہیں کہ وہ فریبی، جھوٹے رجال اور دھوکہ باز ہیں اور پھر لکھا "اگر میں جھوٹا اور فریبی ہوں جیسا

کہ آپ اپنے اخبار میں لکھتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں مر جاؤں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ شرارتی اور جھوٹا شخص زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا اور اپنے دشمنوں کی زندگی میں بے عزت اور رنج و الم کے عالم میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہی بہتر ہے کہ وہ تباہ ہو جائے تاکہ وہ خدا کی مخلوق کو گمراہ نہ کر سکے۔ اگر میں جھوٹا فریبی نہ ہوا اور خدا سے ہم کلام ہوا ہوں اور مسیح موعود ہوا تو مجھے خدا کی رحمت سے امید ہے کہ تم مجھے جھٹلانے کی سزا سے نہیں بچ سکو گے اور سزا بھی انسان نہیں دے گا بلکہ قہر خدا تم پر طاعون، میضہ یا کسی دوسری مہلک مرض کی صورت میں تم پر آئے گا۔ اگر تمہیں اس طرح سزا نہ ملی تو پھر میں خدا کا بھیجے گا۔ اختتام پر اللہ کے فیصلہ کی دعا کی گئی ہے۔ (حیات طیبا صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۵)

حقیقت میں مولوی ثناء اللہ ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی کئی سال تک زندہ رہے۔ مرزا صاحب ان کے پیروؤں کے مطابق تھے و اسہال کی بیماری سے اور ان کے سسر کے مطابق بیضے کے باعث فوت ہوئے (دیکھئے قادیانی مذہب مصنف ایساں برنی صفحہ ۱۱۴)

مرزا صاحب کے پیروؤں نے اس مسئلے کو ان کی موت کے بعد مشتبہ بنانے کی کوشش شروع کر دی اور کہا کہ خط میں مباحثے کی دعوت دی گئی تھی جس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیج کر جھوٹے کیسے موت کی دعا کی جاتی لیکن مولوی ثناء اللہ نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا لیکن انہوں نے کہا کہ خط اس قابل نہیں کہ اس سے یہ مفہوم نکالا جائے۔ یہ واضح طور پر ایک ایک طرفہ معاملہ ہے جس میں دوسرے ذریعہ کی رضا مندی ضروری نہیں۔ یہ دہم نہیں کہ کس کی موت پہلے ہوئی۔ مرزا صاحب کی مولوی ثناء اللہ سے پہلے موت کی اس لیے اہمیت ہے کہ انہوں نے تیز اور سخت زبان استعمال کرتے ہوئے اپنی موت کو اپنی نبوت کے سچا یا جھوٹا ہونے کے بارے میں ٹیسٹ قرار دیا تھا۔ اپنے مخالفین کی موت کے بارے میں پیش گوئیاں کرنا مرزا صاحب اپنی نبوت کو سچا ظاہر کرنے کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ جب مرزا صاحب کا کوئی مخالف مرجانا کہ ایک دن ہر کسی کو مرنا ہی ہے تو انہیں مرزا صاحب کے مہینہ مشن کی چھائی قرار دیا جاتا تھا۔ آخر کار مرزا صاحب کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے ۲۳ اگست ۱۸۹۰ء کو نقص امن کے ایک مقدمہ میں جو ضابطہ تعزیرات فوجداری کی شق نمبر ۱۰۰ کے تحت لوگوں کو بے عزت کرنے اور موت کی پیش گوئیاں کرنے سے روک دیا (ابرایا صفحہ ۲۶۱) بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے عدالت میں ایک قرار نامہ داخل کیا کہ وہ ایسی زبان استعمال نہیں کریں گے۔ (دیکھئے تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۶۸)

لیکن اس نے اس سے انکار کیا تاہم اس نے ۱۸۹۹ء میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں قرار نامہ داخل کیا۔ (قادیانی مذہب صفحات ۲۵۶، ۲۵۸ تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۲۴۲)

براہین احمدیہ کی اشاعت جس میں مرزا صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا تھا، سے مسلمانوں میں بہت تجسس پیدا ہوا۔ انہوں نے مزید پیش گوئیوں اور ان کے پورا ہونے کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ مرزا صاحب نے کئی پیش گوئیوں کے بارے میں کتابچے جاری کیے جو جھوٹی ثابت ہوئیں جس کی وجہ سے اس کو تنقید اور تضحیک کا نشانہ بنایا گیا جس پر اپنی حیثیت کی وضاحت کے لیے اس نے تاول کا سہارا لینا شروع کر دیا جس میں ایک لفظ کا مفہوم کچھ اور نکالا جاتا ہے) مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک پمفلٹ شائع کیا کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام عثمان ایل اور بشیر ہوگا۔ اس وقت جو بھی پیدا ہوگا دولت مند ہوگا۔ اور بڑی شان و شوکت والا ہوگا۔ جب وہ آئے گا تو وہ اپنی معجزانہ قوتوں سے ان کی کئی بیماریوں کا علاج کرے گا۔ وہ کلمتہ اللہ ہوگا۔ لوگوں نے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا انتظار شروع کر دیا لیکن ہوا یہ کہ مرزا صاحب کے ہاں مئی ۱۸۸۶ء کو بیٹی پیدا ہو گئی۔ اس پر سیرت الہدی کے مصنف کے مطابق ان کے پیروؤں میں مایوسی پھیل گئی لیکن ان کے مخالفین نے ان کا اتنا مذاق اڑایا کہ جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ مرزا صاحب نے کتابچوں اور خطوط میں کہا کہ ان کے الہام میں یہ اشارہ موجود نہیں تھا کہ بیٹا اسی محل سے ہوگا (سیرت الہدی جلد اول صفحہ ۸۸)

ایک لڑکا اگست ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوا جس پر حش بنایا گیا اور وہ لوگ جن کا عقیدہ کمزور پڑ گیا تھا دوبارہ نچتے ہو گئے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ بیوی لیا بیٹا ہے اور مرزا صاحب نے بھی بشیر ایل کی پیدائش پر یہی خیال ظاہر کیا جس پر لوگ مرزا صاحب کی طرف لوٹ پڑے لیکن ایک سال بعد بچہ چل بسا جس پر ملک بھر میں وہ طوفان دشور و غوغا برپا ہوا کہ جو اس واقعہ سے نہ کبھی پہلے ہوا اور نہ بعد میں۔ بہت سے لوگ جو اس پر یقین رکھتے تھے ان کو ایسا دھچکا لگا کہ اس کے بعد وہ سمجھ نہ سکے۔

مرزا صاحب نے ایک بار پھر لوگوں کو رام کرنے کے لیے کتابچوں اور خطوط میں کہا کہ انہیں کبھی یقین نہیں تھا کہ یہ بچہ اسی الہام کی وجہ سے ہے۔ ایک بیٹے کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں کی گئی تھیں مرزا صاحب کا خیال تھا کہ یہ وہ بیٹا ہے لیکن پیش گوئی سے ثابت نہیں ہوا کہ یہ وہ بیٹا ہے جس کے بارے میں صفات الہام ہوئی تھیں۔ وضاحت سے کچھ پیروؤں نے یقین کر لیا جبکہ دوسرے مایوس ہوئے۔ مخالفین نے مذاق اڑایا۔

(سیرت الہدی جلد اول صفحہ ۸۸)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اوپر بیان کیا گیا پمفلٹ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو شائع کیا گیا۔ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو شائع کردہ پمفلٹ میں کہا گیا کہ بیٹا ۹ سال میں پیدا ہوگا۔ ایک تیسرا پمفلٹ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کو شائع کیا گیا جس میں کہا گیا کہ ایک بیٹا جلد ہی پیدا ہوگا جو زمانہ چل ہی میں پیدا ہوگا۔ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۸۷، ۸۸) جب مئی ۱۸۸۶ء میں بیٹی پیدا ہوئی تو مرزا صاحب کو مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کی مرزا صاحب نے



اپنی حمایت میں یوں تشریح کی کہ انہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ بیٹا اسی حمل سے ہوگا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ یہ الفاظ کہ وقت حمل کے وقت سے زیادہ نہیں ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ وہ ڈھائی تین سال میں پیدا ہوگا یا وہ نو سال میں پیدا ہوگا۔ ان تشریحات سے لوگ مطمئن نہ ہوئے۔ یہ وضاحت کہ مرزا صاحب کو یقین نہیں تھا کہ یہ ہی وہ بیٹا ہے جس کے بارے میں الہام ہوا تھا۔ اس کے بارے میں ۱۸۸۷ء کو مرزا صاحب نے ایک کتابچے میں خود ہی کہا تھا کہ یہ وہ بیٹا ہے جس کے بارے میں انہوں نے پیش گوئی کی تھی۔ پمفلٹ کا عنوان ”خوش خبری“ تھا۔ یہ پمفلٹ ثابت کرتا ہے کہ مرزا صاحب کو یقین تھا اور اس لیے انہوں نے خود ہی یہ خبر لوگوں تک پہنچائی۔ مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے شادی کی کوششیں اور ان میں ناکامی بہت مشہور ہیں۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۷ء کو شائع کردہ جس پمفلٹ میں بیٹے کی پیدائش کی پیش گوئی تھی، میں ایک اور پیش گوئی بھی تھی جو متینہ طور پر خدائی الہام پر محیط تھی۔ وہ لکھتا ہے خدا نے عورتوں کے بارے میں اسے بہت سی اچھی خبریں دی ہیں جن میں سے بعض کو وہ مستقبل میں حاصل کرے گا۔ وہ اچھی خبریں اس کے بعد کے الہامات اور پمفلٹوں سے اس کے مستقبل کی شادیوں کے بارے میں معلوم ہوتی ہیں۔ تاہم حقیقت ہے کہ مرزا صاحب کی آخری شادی ۱۸۸۳ء میں ہوئی تھی (حیات طیبہ صفحہ ۷۵)

مولوی نور الدین کو ۸ جون ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب ایک خط میں لکھے ہیں کہ چار ماہ پہلے مجھے کھل کر بتا دیا گیا ہے کہ میرے ہاں بہت سی خوبوں والا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ انہی دنوں میں بہت سے الہامات ہوتے ہیں کہ وہ دوبارہ شادی کرے گا۔ اور خدا یہ مقصد رکھتا ہے کہ ایک نیک پرہیزگار اور باعفت خاتون سے شادی کرے گا۔ جس سے بچے پیدا ہوں گے۔ انہوں نے دو عورتوں سے شادی کی تجویز پیش کی جسے انہوں نے نامنظور کر دیا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۲)

مرزا صاحب نے کئی بار دعویٰ کیا کہ خدا نے انہیں الہام کے ذریعے مطلع کیا ہے کہ ان کی مرزا احمد بیگم کی بڑی صاحبزادی سے شادی ہوگی یہ شادی ہوگی میں ہو یا کنواری حالت میں۔

۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں اخبار نوراقتاں میں مرزا صاحب کی شادی کی درخواست کا خط شائع ہوا۔ اس کے

مخالفین نے اس کو اعتراضات کا نشانہ بنالیا۔ مرزا صاحب نے اس خط کے جواز کی حمایت میں ۱۹ جولائی ۱۸۸۸ء کو ایک پمفلٹ شائع کیا اور دہرایا کہ انہوں نے محمدی بیگم سے شادی کے لیے خدا کے حکم پر درخواست کی ہے۔ مزید برآں انہوں نے وہ ہتھکنڈے بیان کیے جن سے وہ اس مقصد کو حاصل کریں گے

اس کے کچھ قریبی رشتہ داروں نے نشانیاں مانگیں اور کہا کہ لڑکی کا والد اس قدر تابع فرمان ہے کہ وہ ان کی بیٹیوں کو اپنی بیٹیاں اور اپنی بیٹیوں کو ان کی بیٹیاں قرار دیتا ہے۔ وہ مرزا صاحب کو فریبی اور جھوٹا

سمجھتے تھے انہوں نے قرآن اور اسلام کے بارے میں اعتراضات اٹھائے اور اس سے نشانیاں مانگیں۔ اس وجہ سے اس نے کسی دفعہ ان کے لیے دعا مانگی۔ یہ دعائیں اس طرح قبول ہوئیں کہ لڑکی کے والد نے ایک اہم معاملے میں اس سے عاجزانہ درخواست کی۔ اس کی بہن مرزا صاحب کے چچا زاد بھائی سے بیاہی ہوئی تھی جس کا نام غلام حسین تھا۔ غلام حسین ۲۵ سال سے لاپتہ تھا۔ اس کی زمین جس کے وارث قانونی طور پر مرزا صاحب تھے، کے ریونیو میں انتقال اس کی بیوی کے نام تھا۔ احمد بیگ اور اس کا بھائی چلبتے تھے کہ زمین جس کی مالیت ۴، ۵ ہزار روپے تھی۔ ان کے بیٹے محمد بیگ کو مہرب کر دی جائے۔ غلام حسین کی بیوی کی جانب سے ایک ہبہ نامہ تحریر کیا گیا اور مرزا صاحب کے پاس ان کی رضامندی کے لیے لایا گیا کیونکہ ایسا کرنا قانونی طور پر ضروری تھا۔ مرزا صاحب اس پر دستخط کے لیے آمادہ تھے لیکن اس پر خدائی حکم نازل ہوا کہ وہ اس کی بیٹی کے ساتھ شادی کے لیے سلسلہ جنباتی شروع کرے اور اس پر ظاہر کرے کہ زرحم اور فیاضی کے مظاہر کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کرے۔ یہ شادی اس کے لیے منع برکات ثابت ہوگی۔ اگر وہ شادی پر رضامند نہ ہوئے تو اس کی بیٹی صدقات سے دوچار ہوگی جس شخص سے اس کی شادی ہوگی وہ ڈھائی سال میں فوت ہو جائے گا اور اس کا والد شادی کے تین سال کے اندر مر جائے گا (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۱۶) کے اور بیان کیے گئے پمفلٹ کے ضمیمے سے جو ۵ جولائی ۱۸۸۸ء کو شائع ہوا ہے۔ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے رشتہ دار اسے زریبی اور کاروباری شخص سمجھتے تھے جو پیسے کمانے کے لیے خد سے براہ راست رابطہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ لوگ نشانیاں دکھانے کے باوجود نہ مانے۔ اسے اس رشتے کی ضرورت نہیں شادی کی درخواست کا مقصد یہ تھا کہ یہ بات کے نہ ماننے والوں کے لیے عجائب اور قدرت کا ایک نشان بنے۔ اگر اس کی شادی کی درخواست قبول کر لی جائے تو ان کے لیے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔ اگر انہوں نے اسے رد کر دیا تو خوفناک اور بھیانک نشانات ان پر نازل کیے جائیں گے۔

مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ان دھمکیوں تک ہی محدود رکھا اس نے اپنے رشتہ داروں اور مرزا احمد بیگ کو خطوط لکھے۔ یہ خطوط التجاؤں سے بھرے ہوئے تھے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کو لکھے گئے ایک خط میں مرزا احمد بیگ کو لکھا کہ وہ شادی کے وعدے کی صورت میں وہ ہبہ نامے پر دستخط کرنے کو تیار ہے اور اس کی اپنی جائیداد اور احمد بیگ کی ہوگی۔ اس نے مزید لکھا کہ اس کا بیٹا اس کی کوششوں کے ذریعے حکم پولیس میں بھرتی کر لیا جائے گا اور اس کی شادی مرزا صاحب کے کسی پیرو کی بیٹی سے کرادی جائے۔

نوٹ: نائب مصنف ایم ایس خالد صفحہ ۱۰۰ دیکھئے قادیانی مذہب مصنف ایس برنی ۵ واں ایڈیشن

مرزا صاحب نے ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ کو ایک اور خط لکھا کہ لوگ شادی کے بارے میں اس کی پیش گوئی سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اس نے اس سے انجاکا کہ وہ اس کی پیش گوئی پورا ہونے میں اس کی مدد کرے۔ کلمتہ فضل رحمانی مصنف قاضی فضل احمد صفحہ ۲۳۳ قادیانی مذہب صفحات ۷۷ تا ۱۳۷۹

مرزا صاحب کا لڑکا فضل احمد مرزا شیر علی کی لڑکی سے یاہ ہوا تھا جس کی بیوی مرزا احمد بیگ کی بہن تھی۔ مرزا صاحب نے مرزا شیر علی اور اس کی بیوی کو خطوط لکھے اور کہا کہ محمدی بیگم سے شادی کے لیے وہ اس کی مدد کریں اور دھمکی دی کہ اگر اس کی شادی کسی اور سے ہوئی تو وہ اپنے بیٹے فضل احمد سے کہیں گے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ مرزا شیر علی نے مرزا صاحب کو لکھا کہ وہ مرزا احمد بیگ کی جگہ خود کو رکھیں اور مؤخر الذکر ان سے درخواست کرے کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دیں جو پچاس سال کی عمر تک پہنچ چکا ہو اور مسلمہ کذاب سے بڑھ چکا ہو۔ تو کیا وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایسے شخص سے کریں گے۔

مرزا صاحب کی اس دھمکی کے جواب میں شیر علی نے اپنی بیوی کے ذریعے مرزا احمد بیگ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح مرزا صاحب سے کر دے۔ شیر علی نے پوچھا کہ کس طرح اس کی بیوی صرف اپنی بیٹی کی وجہ سے اپنے بھائی سے درخواست کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو ایک دائمی مریض سے بیاہ دے جو اپنے مایہ نوزیا کی وجہ سے خود کو خدا کا فرستادہ سمجھتا ہے۔ آخر کار مرزا صاحب کے زور دینے پر ان کے بیٹے فضل احمد نے اپنی بیوی کو مرزا شیر علی کی بیٹی کو بادل نخواستہ طلاق دے دی مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور بیٹے سلطان محمد نے محمدی بیگم اور اس کے خاندان کا ساتھ دیا۔ مرزا صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور بیٹے سلطان محمد کو عاق کر دیا۔

محمدی بیگم کی شادی سلطان محمد سے ہوئی اور وہ پیش گوئی کے مطابق نہ مرا اور کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ مرزا احمد بیگ اپنی بیٹی کی شادی کے چھ ماہ بعد فوت ہو گیا اور اسے پیش گوئی پورا ہونے کے برابر قرار دیا گیا لیکن سلطان محمد کی شادی اور موت کے متعلق کیا معاملہ ہوا؟ وہ مرزا صاحب کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہا۔ پہلی جنگ عظیم میں شرکت کی زخمی ہوا لیکن پرج گیا (قادیانیت مصنف سید حسن علی نقوی) سیرت المہدی میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اس شادی کے لیے اپنے رشتہ داروں کو خطوط لکھے اور زبردستی کوشش کیں (جلد اول صفحہ ۱۸۶) لیکن مصنف نے یہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنی پیش گوئیوں کی تکمیل کے لیے کوشش کی تھیں (ایضاً صفحہ ۱۷۵) اگر اس وضاحت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا اس کا کوئی قانونی جواز ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے کہتا اور یہ کہ اپنے بیٹے کے سسر کو دھمکا کہ اگر اس نے اس شادی کے لیے مدد نہ کی تو وہ اس کی بیٹی کو طلاق دلا دے گا۔ اس مذہب



میں جس پر عمل پیرا ہونے کا مرزا صاحب دعویٰ کرتے تھے یہ نہیں ہے کہ ماہ زمان بیٹے کو عاق کیا جاسکتا ہے لیکن مرزا صاحب نے اس سلسلے میں تحریراً یہ اعلان کیا۔ مرزا صاحب نے اپنی پہلی بیوی کو بھی اس وجہ سے طلاق سے دی تھی کہ اس بات پر رضامند نہیں کہ اپنے رشتہ داروں کو مجبور کرے۔ طلاق اسلام میں سب سے قبیح امر ہے لیکن مرزا صاحب نے اپنی بیوی، بہو اور بیٹے سے بدلہ لینے میں بہت تیزی کی۔ سیرت المہدی کا مصنف لکھتا ہے کہ نہ صرف مرزا احمد بیگ فوت ہو گیا بلکہ اس کے اہل خاندان کو بھی بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ کہا گیا تھا کہ مرزا احمد بیگ کی وفات سے پیش گوئی پوری ہو گئی۔ لیکن پیش گوئی یہ تھی کہ محمدی بیگم کا عازد ڈھائی سال میں اور اس کا باپ تین سال میں فوت ہوگا۔ پیش گوئی کا معقول مفہوم جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ محمدی بیگم کا باپ اس کے عازد کے فوت ہونے کے بعد انتقال کرے گا اور یہ شادی کے بعد تین سال میں ہوگا۔ لیکن وہ شادی کے فوراً بعد انتقال کر گیا لیکن جس شخص کو پہلے مرزا چاہئے تھا وہ کافی عرصہ بعد تک زندہ رہا۔ عام حالات میں منگنی یا شادی کا ہونا یا نہ ہونا اتنی اہمیت نہیں رکھتا لیکن یہ معاملہ اس وجہ سے اہمیت اختیار کر گیا کہ مرزا صاحب نے زور دیا تھا کہ یہ ایک خدائی فیصلہ ہے۔ انجام اتیم سلسلہ تصنیفات میں شائع کردہ جلد ہفتم، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱

یاد کر جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ توجہ کر دو میں نے تجھے اکٹھا کیا ہے اور تجھے اپنی طرف بلند کیا ہے اور تجھے ان سے پاک صاف کر رہا ہوں جو ایمان والے نہیں اور ان لوگوں کو جو تجھ کو مانتے ہیں اور ان لوگوں پر جو تجھ کو نہیں مانتے قیامت تک غالب رکھوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھے موت سے بھلا کر دوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے گناہوں سے پاک صاف ظاہر کرنے کے لیے تیرے ماننے والوں کو تیرے زمانے والوں پر بلند عطا کروں گا۔ اس سے عیسیٰ سے مراد ہوں اور سرکاروں کا لفظ میری تنظیم سے متعلق ہے۔ قرآن کی پیش گوئی حضرت عیسیٰ کے متعلق ہے اور ”مغلوب وقت“ سے مراد یہودی ہیں جو دن بدن کم ہو رہے ہیں۔ اس آیت کے متعلق تازہ وحی یہ ہے کہ میرے اور میری جماعت کے بارے میں یہ آیت یہ اشارہ کرتی ہے کہ یہ فیصلہ ہو چکا کہ وہ لوگ جو اس جماعت سے باہر ہیں کم ہوتے چلے جائیں گے۔ (اس مفہوم میں) کہ وہ میری جماعت میں داخل ہوتے چلے جائیں یا وہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اس پیش گوئی کا غیر صحیح ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس کے بارے میں کوئی وضاحت غیر ضروری ہے۔ پاکستان میں تار یا نیوں کی تعداد ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ایک لاکھ تین ہزار ہے اور پنجاب میں صرف مسلمانوں کی تعداد کسی گنا بڑھ چکی ہے جہاں مرزا صاحب کے کچھ پیرو رہتے ہیں۔ تار نیوں کی تعداد کو ہمیشہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا رہا ہے جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایٹھکس جلد دوم صفحہ ۵۳۰ میں سے صاف ظاہر ہے۔

یہ تحریک ۱۸۸۹ء میں اپنے آغاز کے بعد سے تبدیل ہو چکی تھی۔ ۱۸۹۶ء میں اس کے تیرہ سو تیرہ ارکان ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ ۱۹۰۱ء میں حکومت کی طرف سے کرائی گئی مردم شماری میں یوپی میں گیا رہ سو تیرہ اس کے رکن تھے اور عیسائی پریذیڈنسی میں ۱۱۰۸۷ ارکان تھے (نظام موجود درست نہیں) ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ ان کے ایک لاکھ پیرو ہیں اور اپنی وفات سے پہلے ان کا اندازہ تھا کہ پیروں کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس کھلم کھلا جالو آرائی کا پول ۱۹۱۱ء کی مردم شماری سے کھلتا ہے جس کے مطابق احمدیوں کی تعداد ایک لاکھ آٹھ ہزار چھ سو پچانوے تھی۔ سارے بھارت میں آج بھی احمدیوں کی کل تعداد ساٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ دوسروں ملکوں میں بھی کچھ بکھرے ہوئے پیروکار ہیں۔ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء کو مرزا صاحب نے ایک پمفلٹ میں لکھا ہے کہ اس نے کسی کتاب میں اپنے پیروں کی تعداد ۳ سو لکھی ہے۔ یہ تعداد دس ہزار ہو چکی ہے اور تین سال میں یہ ایک لاکھ سے بڑھ جائے گی (تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۵۲) ۴ نومبر ۱۹۰۰ء کو جاری کردہ ایک پمفلٹ میں انہوں نے اپنے پیروں کی تعداد تیس ہزار بتائی (ایضاً جلد نہم صفحہ ۹۰) مرزا صاحب نے قسم کھائی اور کہا کہ میں حلیفہ کہتا ہوں میری

جماعت میں کم از کم ایک لاکھ افراد ایسے ہیں جو پورے خلوص کے ساتھ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۱۳۶) تحفہ الندوہ (۱۹۰۲ء) میں بھی وہی تعداد بتانا ہے اور کہا کہ ان میں سے دس ہزار طاعون کی وبا کے زمانے میں تبدیل ہوئے حقیقت الوحی کے ضمیمے میں شائع شدہ (۱۹۰۷ء) صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب نے یہ تعداد چار لاکھ بتائی ہے۔ مرزا صاحب اور ان کے جانشینوں کے علاوہ ان کے پیروکاروں میں مبارک احمد پروفیسر جامع قادیان نے بھی تعداد کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ مؤخر الذکر نے احمدیوں کی تعداد ۵۰ لاکھ بیان کی۔ عبدالرحمن در نے مسٹر پلیسی کے سامنے کہا کہ پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ بیان اس وقت دیا گیا جب پنجاب میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ کروڑ تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد ۷۵ لاکھ ہے۔ حال ہی میں اکانومسٹ لندن نے یہ تعداد ایک کروڑ بتائی ہے رسالے کو یہ اطلاع یقیناً قادیانیوں نے ہی دی ہے۔ پنجاب میں اس وقت مسلمانوں کی تعداد سارے چار کروڑ ہے اور سارے ملک میں قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ تین ہزار ہے۔ یہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کی حقیقت ہے۔ یونٹی آف کلکتہ میں ایک مضمون میں جو مرزا صاحب کی وفات پر لکھا گیا ان کے پیروں کی تعداد میں ہزار بتائی گئی۔ سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۲۶۵ نمبر ۲۹) جب مرزا صاحب کے پیروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی تو انہوں نے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو ان سے بیعت کے لیے کہا رجات طیبہ صفحات ۱۹۸، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵



اسی طرح وہ جو اپنے اعمال میں مثیل موسیٰؑ تھا لیکن مرتبے میں اس سے بزرگ تھا مثیل مسیح بھی تھا اور اسی طرح جیسے عیسیٰؑ ابن مریم خدا سے رابطہ رکھنے والے پہلے نبی کے ۴ صدیوں بعد دوسرا مسیح آیا (دیکھئے فاتح اسلام شائع شدہ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۸) مرزا صاحب نے پہلا رابطہ رکھنے والا کے بعد جو زبان استعمال کی ہے وہ مبہم ہے لیکن ان کے نظریہ کے بارے میں جو باتیں ان سے اور ان کی کتابوں سے اخذ کی ہیں وہ بیان کی گئی ہیں۔

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ جس مسیح نے آنا تھا وہ آگیا ہے (صفحہ ۹) یہ کوئی نیا نظریہ نہیں کہ مرزا صاحب کو مسیح کے نام سے بھیجا گیا ہے۔ براہین احمدیہ میں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی فطرت میں مسیح سے مماثلت رکھتے ہیں اسی لیے ان کو مسیح کے نام سے بھیجا گیا ہے۔ بعد میں یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کثیر میں طبعی ذنات پانچے میں اور وہ بہشت میں چلے گئے ہیں۔ وہاں سے دوبارہ اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ اس نے توضیح المراد (شائع شدہ ۱۸۹۱ء) دیکھئے روحانی خزائن جلد سوم صفحہ ۶۰) میں لکھا کہ وحی کا دروازہ تو مکمل طور پر بند ہوا ہے اور نہ ہی وحی سر مہر کر دی گئی ہے۔ جزوی پیغمبری اور وحی کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور ہمیشہ کھلا رہے گا لیکن یہ مکمل پیغمبری نہیں ہے۔ یہ جزوی پیغمبری ہے جسے محدث کہا جاتا ہے جس میں کامل انسان کی پیروی کی جاتی ہے۔ ایک دوسری جگہ پر محدث کو وہ شخص کہا گیا ہے جس کا خدا کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ میں اس نے کہا کہ محدث پیغمبر کی مانند ہوتا ہے لیکن اب اس نے اسے جزوی پیغمبر قرار دیا۔ براہین احمدیہ میں اصل الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان کے مطابق محدث کا مرتبہ پیغمبر کے مرتبے کے قریب ہوتا ہے (صفحہ ۲۶) اس نے اس ضمن میں حضرت عیسیٰؑ کی والدہ، حضرت موسیٰؑ کی والدہ ان کے حواری اور حضرت خضر کی مثال دی جو پیغمبر نہیں تھے۔ درحقیقت ۱۸۹۰ء تک وہ نبوت کے خاتمے کے نظریے پر قائم رہا لیکن بعد میں یہ تبدیل کر دیا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اس نے شریعت کے بغیر بیویوں کی آمد کے دروازے کو کھلا رکھا اور اپنے عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کیا کہ اب قرآن کے احکام میں تبدیلی یا نسخ کے لیے کسی وحی یا الہام کی گنجائش نہیں اور جو اس سے اختلاف رکھتا ہے وہ امت مسلمہ سے باہر اور کافر و منکر ہے۔ (ازالہ ادہام صفحہ ۱۳۸) ۱۸۹۱ء تک برصغیر کے مسلمان مرزا صاحب کو ان کی پیش گوئیاں غلط ہونے پر مذاق کا نشانہ بناتے رہے۔ محمدی بیگم کے محلے میں اس کے اپنے اہل خاندان نے اسے بھٹوا مسیلمہ اور ایسے ہی دوسرے القابات دئے۔ غالباً وہ اسے بہتر طور پر جانتے تھے لیکن جب اس نے ہمدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو مسلمانوں کو دھچکا لگا۔ تنقید و غم و غصہ کا طوفان اہل پڑا مرزا صاحب کے اس پر تیزی سے اپنے قدم پیچھے ہٹا لیتے تاکہ مسلمانوں

کو راضی کیا جائے لیکن اس موضوع کو لینے سے پہلے بہتر ہوگا کہ لفظ نبی، رسول اور مرسل کی وضاحت کر دی جائے۔

ہر رسول (پیغام بر) نبی ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جس کے پاس خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور فرشتے وحی لے کر آتے ہیں۔ رسول وہ ہوتا ہے جس کے پاس نئی شریعت ہوتی ہے یا جو پہلی شریعت میں ترمیم و تفسیح کرتا ہے۔ عام طور پر رسول اور مرسل میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ سوائے اس کے کہ رسول خدا کی طرف سے بھیجا جاتا ہے جب کہ مرسل بھیجنے والے کی طرف سے آتا ہے (اصول دین مصنف عبدالقادر بنداوی صفحہ ۱۵۴) بعد کے زمانے میں رسول اور نبی کے درمیان فرق ختم ہو گیا تاہم اگر کسی نے ان کے درمیان فرق بیان کیا ہے تو یہ وہی ہے جو ادبی بیان کیا گیا ہے (اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۳ تحت رسول) العقائد الناصفیہ کے مصنف ابو حصن نفاہی کے مطابق ان دونوں لفظوں میں کوئی فرق نہیں لیکن اس کتاب میں لفظ رسول اس کے لیے ہے جو اپنے ساتھ شریعت لائے (الینا) مرزا صاحب نے ازالہ ادہام کے صفحہ ۵۳ میں نبی رسول اور مرسل کے تینوں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس نے حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے امکان کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ایک نبی جو کہ نبوت کی تمام شرائط پوری کرتا ہے کس طرح خاتم النبیین کے بعد آسکتا ہے۔ مکمل نبوت کے لیے ضروری ہے کہ ایسے نبی پر وحی ہو اور جبرائیل وحی لے کر آئیں۔ قرآن کی وضاحت کے مطابق رسول ہی شخص ہوتا ہے جو حضرت جبرائیل کے ذریعے احکام اور مذہب کے بارے میں عہد حاصل کرتا ہے لیکن تیرہ صدیاں قبل نبوت پر پھر لگادی گئی۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی (اس کا مطلب ہے کہ اس کے مطابق مہر نہیں ٹوٹے گا)۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اس نے لفظ نبی اور رسول اس طرح لکھے ہیں کہ ان کے درمیان امتیازی حیثیت برقرار نہیں رہتی اور دونوں کو ایک مفہوم میں بیان کیا ہے۔ صفحہ ۶۱ پر اس نے کہا ہے کہ قرآن نے جو تھی بات یہ بیان کی ہے کہ رسول کریم کے بعد کسی نبی یا رسول کی آمد ممکن نہیں چاہے وہ ایک یا رسول ہو یا پرانا۔ کیونکہ مذہب کا علم جو جبرائیل کی وساطت سے کسی رسول پر بھیجا جاتا تھا۔ اب وحی کے ذریعے نہیں بھیجا جائے گا اور یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں کہ ایک رسول آئے اور اس پر وحی نازل نہ ہو۔ ازالہ ادہام کے صفحہ ۶۱ پر قرآن کا حوالہ دیا گیا ہے ”محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں“ (قرآن سورت نمبر ۳۳ آیت نمبر ۴۰) اس نے آیت کے آخری حصے کی اس طرح تشریح کی ہے ”لیکن وہ اللہ کا نبی ہے اور اس نے نبوت کو ختم کر دیا ہے“۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ یہ اس کا ثبوت ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ عیسیٰ ابن مریم بھی

دنیا میں نہیں آسکتے کیونکہ وہ رسول ہیں اور رسول کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذہبی علم حضرت جبرائیل کے ذریعہ حاصل کرے اس نے فرید کہا کہ رسالت کی وحی قیامت تک بھینچنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ لفظ خاتم النبیین میں جہاں لفظ نبی استعمال کیا گیا ہے سے اس نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ قیامت تک کوئی رسول نہیں آئے گا۔ براہین احمدیہ میں اس کا موقف یہ تھا کہ رسول کریمؐ پر نبی کی وحی ختم ہوگئی ہے لیکن اس نے ثبوت میں یہ کہہ کر ایک دستہ پیدا کیا کہ رسالت کی وحی جاری رکھنے کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

ایک ہینڈ بل میں جو ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوا اور جسے دوبارہ تبلیغ رسالت (جلد دوم) صفحہ ۲۰ پر شائع کیا گیا۔ اس نے کہا میں ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں جو اسلام میں شامل ہیں اور میں اس چیز پر ایمان رکھتا ہوں جس پر اہل سنت والجماعت ایمان رکھتے ہیں۔ میں ان تمام معاملات پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور رسول کریمؐ جو ختم المرسلین ہیں کے بعد کسی بھی ایسے شخص کو ثبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے اسے جھوٹا فزوی، غلط دعویٰ دار، کافر اور کاذب خیال کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ وحی جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی رسول کریمؐ پر آ کر ختم ہوگئی۔ یہ آخری بیان پہلے بیان کردہ تمام بیانات سے مختلف ہے جن پر اوپر بحث کی گئی ہے۔

ایک اور ہینڈ بل جو ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع کیا گیا اور جامع مسجد دہلی میں ہونے والے ایک جلسے میں تقسیم کیا گیا اور جسے تبلیغ رسالت جلد دوم کے صفحہ ۲۲ پر دیا گیا۔ وہ بیان کرتا ہے۔  
ان تمام امور میں میرا مذہب وہی ہے جو دیگر اہلسنت والجماعت کا ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

پہلے ہینڈ بل میں جو ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شائع ہوا میں کہا گیا ہے کہ مرزا صاحب میمبری کے کسی بھی دعویٰ کو فزوی یا ایک جھوٹا نبی اور مشرک گردانتے ہیں۔ دوسرے ہینڈ بل میں نبی کی خاتمیت کا لفظ استعمال کیا جس کا ظاہر یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ اس میں نبی اور رسول شامل ہیں۔

اپنی کتاب کا اتمام اتھم (شائع شدہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۲۳) میں مرزا صاحب لکھتے ہیں :  
کیا ایسا بد بخت شخص جو خود رسالت و نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے ؟ اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا اور آیت و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو خدا



کا کلام یقین کرتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے عاجز بندے نے کبھی اور کسی وقت تحقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے اعتبار سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کے دھوکا کھا جانے کا احتمال ہے لیکن وہ معاملات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ ان کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے (لفظ رسول اور نبی میں مراد مجاز ہے) ادہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الشہاء میں گواہی دیتا ہوں۔ یہی ہے کہ ہمارے نبی کریم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ کوئی نیا۔

غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور رسول کریم کے دامن نبیوں سے اپنے تئیں الگ کر کے اس پاک سرچشم سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بنا جائے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا پس وہ بلاشبہ مسلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ حماۃ البشری کے صفحہ نمبر ۹۶ (شائع شدہ ۱۸۹۳ء) میں وہ لکھتا ہے۔

میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کے ساتھ شامل ہو جاؤں، کہ اس کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا بلکہ صرف دلالت اور مجددیت کا تھا اس نے اپنے اور عبدالقادر جیلانی کے الہام میں مشابہت بھی ظاہر کی ہے۔ انہوں نے حماۃ البشری میں زور دیا کہ ”کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کو بلاشبہ ہی آخر الزماں قرار دیا ہے اور نبی اکرم نے یہ کہہ کر اس کے معنی کو واضح کیا ہے کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا“ اور اس طرح اس نکتے کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اگر ہم وحی نبوت کے دروازے کو بند ہونے کے بعد دوبارہ کھولتے ہیں تو یہ درست نہیں ہوگا اور مسلمانوں کے لیے یہ کوئی راز نہیں ہے۔ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے خصوصاً جب کہ آپ کے وصال کے بعد وحی اور نبوت ختم ہو گئی“

بعد کا حصہ اس نکتے سے متعلق ہے کہ کیا مسیح دوبارہ آئیں گے اور آخری نبی ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے نبی محمد کی آمد سے نبوت کی تکمیل ہو گئی، اس حتمی اصول سے یہ واضح ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کے مطابق مسیح کے ظہور کی پیش گوئی کا مطلب نبی عیسیٰ کی واپسی نہیں ہے یہ بات ۱۸۹۹ء میں

شائع ہونے والی کتاب "ایام صلح" میں صفحہ نمبر ۱۲۶ پر بھی بیان کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ "قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بہ کمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث "لابی بعدی" میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔"

شعبان ۲۰... ۱۳۱۴ھ... تبلیغ رسالت میں شائع ہونے والے ایک ہینڈ بل میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں، لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادیا، کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں۔ لفظ "خاتم" جسے اس کے نبوت کے دعویٰ کے معنی دیتے گئے۔ "ازالہ اولہام" کے صفحہ نمبر ۷۵ میں انہی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، مرزا صاحب نے رسول اکرم کے بعد وحی نبوت کی نفی کی ہے۔ ۱۸۹۲ء میں شائع شدہ "جنگ مقدس" کے صفحہ نمبر ۶ پر مرزا صاحب نے اس الزام کی تردید کی ہے کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور معجزے کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں، کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہونے کی رو سے ان نشانیوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانیوں کا نام کرامات ہے جو کہ رسول کی پیروی سے دی جاتی ہیں، نبوت کے دعویٰ سے کچھ عرصہ قبل مرزا صاحب نے اپنے متعلق نبی کا لفظ زیادہ تواتر کے ساتھ استعمال کرنا شروع کر دیا، وہ مسلمانوں کے غصے اور بے چینی کو دور کرنے کے لیے اس بات کی اپنے الفاظ میں وضاحت کرنے میں بھی بہت تیز تھا۔ اس نے "سراج منیر" کے صفحہ ۲ پر کہا ہے کہ "یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اس بندے پر نازل فرمایا ہے۔ اس میں اس بندے کی بعثت، نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بہ کثرت موجود ہیں، سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہے" دیکھو ان بیصطلاح (مہر کسی کی اپنی اصطلاح ہے، سو خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ جو اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت نہ کوئی نیابتی آ

سکتا ہے اور نہ پرانا، قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مضمون کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی طہم کو نبی کے لفظ سے یا رسول کے لفظ سے یاد کرے، "یکچر تادیاں" میں، ۱ اگست ۱۸۹۹ء کی تاریخ کے ساتھ شائع ہونے والے ایک خط میں مرزا صاحب نے کہا ہے کہ "حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ میں سال سے متوازاں عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول اور نبی کا لفظ آگیا ہے لیکن وہ غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے جو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعالیٰ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فقہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد سکتا ہے اس لیے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں۔ یہ پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ مرزا صاحب نے "توضیح المرام" میں کہا ہے کہ جزوی نبوت اور وحی کا دروازہ بند نہیں ہوا محدث جزوی نبی ہے۔ ازالہ اولہم کے صفحہ نمبر ۱۴ پر مرزا صاحب نے ان افراد کو کافر قرار دیا ہے جو یہ ممکن سمجھتے ہیں کہ نبی اکرمؐ کے بعد قرآنی احکامات میں ترمیم کرنے والی کوئی وحی مازل ہو سکتی ہے۔ اسی کتاب میں مرزا صاحب نے وحی نبوت کو ناممکن قرار دیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اگر لمناؤں کے عقیدے کے برخلاف کوئی بات کہنے کے لیے ایک قدم آگے جاتے تھے تو مخالفت کو محسوس کرتے ہوتے مسلمانوں کو قائل کرنے کے لیے وہ بھی اسی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ دو قدم پیچھے بھی آتے تھے پہلے محدثیت نبوت کے قریب تھی پھر یہ جزوی نبوت بن گئی اور پھر دوبارہ ختم نبوت پر یقین کا اظہار اب محدثیت کے نظریے کے ارتقار کا مرزا صاحب کے الفاظ میں جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ تبلیغ رسالت کے دوسرے شمارے میں صفحہ نمبر ۹ پر شائع ہونے والے مولیٰ عبدالحکیم اور مرزا صاحب کے درمیان ایک معاہدے میں مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے مخلصوں فتح الاسلام، توضیح المرام اور ازالہ اولہم میں یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ محدث ایک طرح سے ہی ہوتا ہے اور محدثیت جزوی نبوت یا نبوت مانع۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام الفاظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیے گئے بلکہ سادہ لغات کے مضمون میں استعمال ہوتے ہیں ورنہ خدا کی قسم حقیقی نبوت کا میرا کوئی دعویٰ نہیں۔ میں نے ازالہ اولہم میں بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ میں محمدؐ کی ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں۔

میں مسلمان بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ میری طرف سے ان الفاظ کو بدلا ہوا سمجھیں اور جہاں لفظ نبی استعمال ہوا ہے اسے متروک سمجھا جائے اور اس کی جگہ متبادل لفظ محدث تصور کیا جائے۔

"حماۃ البشریٰ" میں صفحہ ۹۶ پر مرزا صاحب نے نبوت کے دعویٰ سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ



” میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ تعالیٰ انھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جیسے محمدین سے“ اور صفحہ ۹۹ پر لکھا ہے کہ ”یہ درست ہے کہ نبوت کا ایک حصہ تحدیث میں ہوگا لیکن یہ حصہ بالفعل نہیں ہے بلکہ بالقوہ ہے اور اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہوتا تو وہ بالفعل ایک نبی ہوتا اس لیے یہ قابل اجازت ہے کہ اسے التنبی المحدث یا محدث نبی کہا جائے“ اور پھر نبوت کا دروازہ کھولنے کے بعد اس نے مکمل نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اسی طرح مسیح ہونے کا دعویٰ بھی ارتقائی عمل سے گزرا۔ مرزا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ ”وہ مسیحؑ کی ابتدائی زندگی کا نمونہ ہے۔ مسیح سے متعلق مرزا صاحب کے نظریے کے مطابق ابن مریم ضرور نمودار ہونگے لیکن مرزا صاحب روحانی طور پر ان کے مشیل ہوں گے۔“ فتح الاسلام کے صفحہ نمبر ۱۱ پر اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کے مشیل کو لوگوں میں ایمان کا علم پھیلانے کے لیے بھیجا ہے۔ پھر مرزا نے مختلف الفاظ میں دعویٰ کیا کہ وہ مسیح سے جسے آنا تھا اگر تم پسند کرتے ہو تو اسے قبول کرو“ اس دعوے سے مسلمانوں کو بری طرح دھچکا لگا اور اس کی کافی مخالفت ہوئی اور اسے کافر قرار دے دیا گیا۔ مرزا نے اس پر فوراً اپنے قدم پیچھے ہٹائے اور مسیح کا مشیل ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس نے کہا کہ اس نے مسیح ابن مریمؑ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی وہ روح کے تبدیل ہونے پر یقین رکھتا ہے۔ اس نے صرف مسیحؑ کا مشیل ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور جس طرح محدثیت نبوت سے مشابہ ہے اسی طرح اس کی روحانی حالت مسیحؑ کی روحانی حالت سے مشابہ ہے۔ اپنے اس دعوے کے برعکس وہ مسیح سے جسے آنا تھا اس نے کہا ہو سکتا ہے مستقبل میں کوئی اور مسیح نہ آئے اور وہ ہزار مسیح بھی آسکتے ہیں اور وہ ہزار مشیل بھی آسکتے ہیں

(ازالہ اولیٰ صفحہ ۲۹۶)

اس نے مزید کہا کہ ”میرے بعد روزِ محشر تک کوئی مہدی نہیں آئے گا اور نہ ہی مسیح آئے گا میں ہی وہ ہوں جسے آنا تھا“ (۵ اپریل ۱۹۰۵ کا پمفلٹ تبلیغ رسالت شماره نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱)

مرزا کی کتابوں میں یہی پالیسی رہی ہے اس نے متعدد متضاد باتیں ایک ہی وقت کہیں تاکہ مخصوص وقت پر جو بات اس کے مناسب ہو اس کے پیچھے پناہ لے سکے۔ ۱۸۹۲ء میں شائع ہونے والی کتاب ”نشن آسمانی“ کے صفحہ نمبر ۳۵ پر مرزا نے اپنے پیروکار کی نام بہاد گوہری شائع کی ہے کہ اسے کسی گلاب نے بتایا کہ مرزا مسیح موعود ہے جس کے ظہور کا وعدہ کیا گیا تھا اور جس کا نام کتابوں میں عیسیٰؑ لکھا ہے اور (صفحہ ۳۶ پر) عیسیٰؑ کا نام جسے آنا تھا علام احمد ہے۔ مرزا نے براہین احمدیہ میں کہا ہے کہ ”مسیحؑ کی روح مریمؑ کی طرح اس میں پھونکی گئی ہے۔“ مرزا نے نبوت کا دعویٰ اپنی پیروکاری میں کچھ اضافے کے بعد ۱۹۰۱ء

میں کیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ براہین احمدیہ کے مسیرے اور چوتھے شمارے کی اشاعت کے وقت سے مسلمان عوام کو اپنی نبوت کے دعوے کے لیے تیار کر رہا تھا۔ نبوت کا دعویٰ پہلی بار ۱۹۰۱ء میں شائع ہونے والے "مفہم" ایک غلطی کا ازالہ میں کیا گیا۔ تحقیقی دعوے سے قبل مرزا نبوت کے متعلق بتینہ وحی کے حوالے سے کوششیں کرتا رہا لیکن ان حوالوں کو اس پرے میں چھپانے کی کوشش کرتا رہا کہ اس نے نبی اور رسول کے الفاظ ان کے تحقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیے۔ "مفہم" ایک غلطی کا ازالہ میں مرزا نے کہا ہے کہ جہاں کہیں بھی اس نے نبوت یا رسالت کے متعلق انکار کیا ہے وہ ان معنوں میں تھا کہ وہ اپنے ساتھ ایک مستقل شریعت نہیں لایا اور نہ ہی وہ مستقل نبی ہے۔

دافع البلاء صفحہ نمبر ۱۱۱ میں مرزا نے لکھا ہے کہ سچا خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا۔ حقیقت الوحی (صفحہ ۳۹۱) میں اس نے لکھا ہے کہ وہ اُمت کی طرف سے وحی موصول کرنے کے لیے خصوصی طور پر چنا گیا ہے۔ مرزا نے مجموعہ اشتہارات (شمارہ نمبر ۳، ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۸ء) میں لکھا ہے کہ "مسیرے پر دو کاؤں کی تعداد جیسے جیسے بڑھے گی تو وہ جو جہاد" کے اصول پر یقین رکھتے ہیں کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور ہمدی ماننے کا مطلب جہاد کے اصول سے انکار ہے" جہاد اور حکومت انگریزی میں صفحہ ۴۲ پر اس نے لکھا ہے کہ "دیکھو! میں تمہارے پاس آیا ہوں جو یہ ہے کہ اب کے بعد سے لو کہ جہاد ختم ہے جیسا کہ مرزا کے نبی کی تعریف اور جہاد کے امتناع کے بارے میں احکامات کا ذکر کیا جا چکا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا نے جہاد جو قرآنی حکم ہے اس کے امتناع کا حق ایک بتینہ نبی کی حیثیت سے استعمال کیا۔ مسیح ابن مریم کے دوبارہ ظہور کی ایک بنیاد یہ ہے کہ وہ ایک نبی تھے جبکہ نبوت ۱۳۰۰ سال پہلے ختم ہو چکی ہے چنانچہ ازالہ اولیٰ (صفحہ ۳۰۹، ۳۱۰) میں مرزا نے کہا ہے کہ یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو حضرت محمد کی اُمت میں نبی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ نبوت نامکمل نبوت ہوگی تاہم بعد ازاں مرزا نے حقیقت الوحی میں صفحہ نمبر ۱۰۳ پر لکھا ہے کہ "ایل میرے پاس آیا اور اس نے مجھے منتخب کیا اور اپنی انگلی بلائی اور نشاندہی کی کہ خدا کا وعدہ پہنچ چکا ہے" بعد ازاں مرزا نے وضاحت کی کہ ایل سے اس کی مراد جبرائیل تھی۔ جبرائیل کی آمد کے دعویٰ سے مکمل نبوت کا دعویٰ ظاہر ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ مرزا ایک مکمل نبی تھا۔

ایک اور جگہ مرزا نے دعویٰ کیا ہے کہ پہلے تمام نبی اکرم کی بنیادی خصوصیات کا سایہ تھے لیکن اب ہم نبی اکرم کی تمام خصوصیات کا (ضلع) سایہ ہیں۔ اس سے مرزا کے اس دعویٰ کی نشاندہی ہوتی ہے کہ وہ نبی اکرم کی تمام کاملیت کے ساتھ آپ کا سایہ ہے جب کہ دوسرے نبیوں میں آپ کی کم خصوصیات تھیں۔ مرزا کے دعوے کے مطابق وہ نبی اکرم کے برابر تھا اور دوسرے نبیوں سے بہت اعلیٰ تھا۔ براہین

احمدیہ میں قرآن کریم کی آیات کی شکل میں بہت سی وحی ہے جو رسول اکرم پر نازل ہوئی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام آیات اس پر بھی نازل ہوئیں وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر ۳ لاکھ آیات کی وحی آری جن میں سے ۵ ہزار مختلف درائع سے روپیہ حاصل کرتے سے متعلق تھیں مگر متعدد مقامات پر مرزا نے اس بات کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسے ملنے والی نشانیاں نوح اور مسیح جیسے دوسرے نبیوں کو ملنے والی نشانوں سے کہیں زیادہ تھیں۔

اگلا اقدام مرزا کی طرف سے اپنے لیے ختم نبوت کا دعویٰ ہے جو مندرجہ ذیل سے ثابت ہوگا۔  
 ”محمدی ختم نبوت کی حقیقی اہمیت کی کوئی اور تعریف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو خاتم الانبیاء کو پسند کرتا ہے کیونکہ کسی چیز میں حقیقت کو سراہنا اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ چیز کس سے متعلق ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ ختم نبوت یا تو نبی اکرم سے تعلق رکھتی ہے یا اس مسیح سے جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ رٹشینہ الاذہان قادیان نمبر ۸ شمارہ ۱۲ یکم اور ۲ اگست ۱۹۱۷ء قادیانی مذہب صفحہ ۱۶۷  
 ”مختصر یہ کہ میں اس امت میں وہ واحد فرد ہوں جو وحی کی کثرت اور پوشیدہ معاملات کے علم کی وجہ سے نبوت کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ اس امت کے صوفیاء میں سے کسی کو چاہیے وہ قطب ہو یا ابدال اسے اس قدر فضیلت نہیں دی گئی۔ نبی کے نام کے لیے صرف میں مخصوص کیا گیا ہوں۔ دوسرے کسی کو یہ نام نہیں دیا گیا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی وحی کی کثرت اور پوشیدہ معاملات کے علم کی شرط سے پورا نہیں اترتا اور ایسا ہونا ضروری تھا۔ نبی اکرم کی پیش گوئی کی تکمیل کے لیے ہی واحد راستہ تھا۔ اگر کچھ دوسرے نیک افراد تہیں مجھ سے قبل الہام یا پوشیدہ معاملات کا علم کثرت سے ملے وہ نبی کہلانے کے لیے کو ایفائی کر چکے ہوں گے! ایسی صورت میں نبی اکرم کی پیش گوئی کو دھچکا پہنچا ہوگا اسی وجہ سے ان نیک افراد کو اس فضیلت کے مکمل وصول کنندہ ہونے سے روک دیا گیا تاکہ جیسا کہ مصدقہ آیات میں نشاندہی کی گئی ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا (حقیقت الوحی صفحہ ۳۹)“

اس پیرے سے مرزا صاحب کے اس خیال پر روشنی پڑتی ہے کہ محمد کے بعد وہ واحد نبی ہے جسے محمد کا منظر ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے اس کے بعد یہ کہ نبی اکرم نہیں بلکہ وہ آخری نبی ہے۔ نزدیکی پر اس سے یہ مزید ثابت ہوگا۔

میں نے کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ اس آیت و آخرین منہم لما یلقوہم (۶۲-۶۳) کے طفیل وہ ہی آخری نبی ہے (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۵)

میں خدا تک بے جانے والے راستے تک رسائی پانے کا آخری ذریعہ ہوں۔ میں اس کی روشنیوں

میں سے آخری روشنی ہوں (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

”ولکن رسول اللہ وعاتم البنین“ اس آیت میں ایک پوشیدہ پیش گوئی ہے کہ نبوت قیامت کے دن تک ختم کی جا چکی ہے۔ سوائے اس بروز شخص کے جو بذات خود نبی اکرم کی شخصیت ہوگا۔ کوئی بھی انبیاء کی طرح خدا کے امور نمیبہ کا علم موصول کرنے کا اہل نہیں ہے۔ میں وہ بروز محمدی ہوں مجھ پر نبوت بروزی طریقے سے آری ہے۔ اب اس نبوت کے سلسلے پوری دنیا بے طاقت ہے کیونکہ اب اس نبوت پر قائم ہے نبی اکرم کا ایک ظہور اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ ظاہر ہونا تھا اور بالآخر وہ اب ظاہر ہوا ہے (ایک غلطی کا ازالہ)

”یہ جان لینا چاہیے کہ ختم نبوت مجدد کو دی گئی تھی اور پھر اس تک پہنچی جسے آپ کی روح نے علم دیا اور اپنا سایہ بنایا (آدم اول مسیح الموعود ضمیر خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۱۰)

”خدا کی طرف سے آخری زمانے کے لیے یہ متعین کر دیا گیا تھا کہ یہ رحبت کا زمانہ ہوگا تاکہ قیامت کسی طرح سے بھی کسی دوسری امت سے پیچھے نہ رہے۔ پس مجھے بنانے کے بعد خدا نے مجھے ماضی کے تمام انبیاء جیسا بنادیا اور مجھے ان کے نام دیتے۔ اس طرح مجھے براہین احمدیہ میں آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف یوحنا اور یسوع وغیرہ کے نام دینے گئے اور اس طرح سے تمام سابقہ نبی اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے پھر آخری مسیح پیدا ہوتے۔ مرزا کی ان تحریروں کی وضاحت اس کے جانشینوں نے کی ہے۔ کلمتہ الفیصل میں مرزا بشیر احمد نے کہا ہے کہ آپ کے بعد متعدد انبیاء کے ظہور کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم کا رتبہ نعوذ باللہ اتنا عارضی ہے کہ بہت سے افراد اللہ کے رسول محمد ہو سکتے ہیں کیونکہ جو کوئی ظلی نبی ہوگا وہ نبی اکرم کی تمام کمالیت کا حامل ہونے کی وجہ سے اللہ کا رسول محمد ہوگا۔ اس وجہ سے صرف ایک آدمی نے نبی کی پوزیشن حاصل کی۔ اس سے معاملے کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ نبوت کے درکھولنے کی تمام تھیوریاں صرف ایک مرزا صاحب کی خاطر تھیں۔ نبوت کے درکھولنے کے خلاف جسے دلائل بھی اچھے ہو سکتے تھے وہ سب آخر کار اپنائے گئے لیکن مرزا صاحب کی حمایت میں ایک استثنیٰ پیدا کرنے کے بعد۔

اعجاز المسیح میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ نبی کریم کی دو بعثتیں ہوں گی۔ پہلی بعثت تو نام محمد کا ظہور ہے جبکہ دوسری (بروز کی حیثیت سے مرزا صاحب کی صورت میں) نام احمد کا ظہور ہے۔ کلمتہ الفیصل صفحہ ۱۲۰) اس طرح تیسری بعثت کی نفی کر دی گئی۔ قادیان کی تشہید الاذہان کے نمبر ۸ جلد ۱۲ کے صفحہ ۱۱ پر اگست ۱۹۱۷ء میں یہ لکھا گیا تھا کہ نبی کریم کے بعد صرف ایک ہی نامزد کیا گیا اور یہ کہ بہت سے نبیوں کی بعثت خدا کی حکومت اور دائرہ اختیار میں شگاف پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے (قادیانی مذہب



صفحہ ۱۹۶) مارچ ۱۹۱۲ء میں اسی جریدہ کے نمبر ۳ جلد ۹ کے صفحات ۳۰ اور ۳۲ پر مزید یہی بات کہی گئی اس لیے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کی امت میں سے ایک سے زائد نبی نہیں آسکتے اسی وجہ سے اس نے نبی کی امت سے ایک نبی کے ظہور کی بشارت دی کہ یہ وہی مسیح ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا اور اس کے سوا کسی اور کو خدا کے پیغمبر یا نبی کا نام نہیں دیا گیا۔ نہ ہی یہ اطلاع دی گئی کہ کوئی اور نبی بھی آئے گا۔ دوسری طرف لائبریری بعدی کہہ کر کسی اور نبی کی بعثت کی نفی کر دی گئی (قادیانی مذہب صفحہ ۱۹۷)۔

اب مرزا صاحب کے اس دعوے کا مقابل بعض دیگر متضاد دعوؤں سے کر دلائیں۔ کتاب (ایک غلطی کا ازالہ) کے صفحہ ۷ پر مرزا صاحب نے خود لکھا ہے کہ ہز نبوت کبھی توڑی نہ جائے گی لیکن یہ ممکن ہے کہ نبی کریمؐ اس دنیا میں برزوی انداز سے آجائیں (جیسے کہ مامورین اللہ ہوتا ہے) اور اس طرح ہی ایک بار نہیں نہر بار آسکتا ہے اور اپنی نبوت اور تکمیل کو ظاہر کر سکتا ہے۔

سیالکوٹ کے لیکچر کے صفحہ ۲۲ پر مرزا صاحب نے کہا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ تمہیں محبت اور خدا کے پیغمبروں کی سچائی کی طرف لے جایا جائے جو ابھی جاری ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود کہتے ہیں: ہزاروں پیغمبر آسکتے ہیں (انوار خلافت صفحہ ۶۲ بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۱۸۰) وہ آتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ فیصلہ کا دن آئیے (الفضل قادیان ۲۷ جنوری ۱۹۲۷ء نمبر ۶۸ کی جلد ۱۹ مرزا بشیر الدین محمود بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۱۸۱) تحقیق النبوت کے ۱۲۸ پر یہی بات اس نے کچھ مختلف انداز میں کہی کہ اس وجہ سے ہم ایک پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں جو صرف اس امت میں ہے۔ اسراریت کے پردوں میں خاص مستقبل کو چھپایا گیا ہے۔ بعض سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اس نے لکھا ہے کہ اور تو تھا سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے اور کہا کہ اگر کوئی اور نبی آجائے تو احمدی اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بعد ایک پیغمبر آسکتا ہے لیکن میں یہ یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کوئی پیغمبر آئے گا۔ یہ مسیح موعود کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا ایک پیغمبر آئے گا جب وہ آئے گا تو یہ احمدیوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ اس پر ایمان لائیں (مکتوب میاں بشیر الدین محمود احمد شائع شدہ الفضل قادیان تاریخ ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء نمبر ۸۵ جلد ۱۲ بحوالہ قادیانی مذہب صفحہ ۱۷۹)۔

پیغمبروں کے نزول کے نظریہ کے متعلق اس نے مزید تبدیلی یہ کی جو کہ اس کے سوال و جواب میں ظاہر ہے کہ مسیح موعود کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہی

یا جائے گا کہ مرزا آخری نبی ہے تو بشیر الدین محمود نے جواب دیا کہ ”آخری زمانے کا نبی“ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کے توسط کے بغیر نبوت حاصل نہیں کر سکتا (خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود) شائع شدہ الفضل نمبر ۱۲ جلد ۲ بتاریخ ۲ مئی ۱۹۸۱ء قادیانی مذہب صفحہ ۱۸۰)

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکاروں (نائبین) نے یہ متضاد بیانات کتابوں، نپفلٹوں میں پے درپے دیئے۔ مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالوں کے علاوہ کلمتہ افضل اور تشیخ الاذہان میں یہ تاثر بھرپور طریقے سے دیئے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا حقیقتاً آخری نبی تھا۔

علامہ اقبال نے اس موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا تھا اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ (دیکھئے تھائس اینڈ ریفلیکشنز آف اقبال، مصنفہ عبدالوحید صفحات ۶۸، ۶۹، ۷۰) وہ لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ ان کی نبوت حضور نبی کریم کی نبوت کی گواہی ہے۔ جب مرزا صاحب سے سوال کریں کہ حضور کو ایسی کسی گواہی کی ضرورت نہیں تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نعوذ باللہ آخری پیغمبر نہیں میں آخری پیغمبر ہوں۔ نبی نوع انسان کی تاریخ میں خصوصاً ایشیا میں میرا نبی ہونا اسلام کے اس مفہوم کو سمجھانا ہے کہ وہ آخری مذہب ہے۔ مرزا صاحب کا خیال ہے کہ دیکھا جائے تو حضور اکرمؐ کی نبوت اس لحاظ سے نامکمل رہی کہ آپ کے کوئی صحابی آپ کے معیار کو نہ پہنچ سکے۔ علامہ اقبال آگے لکھتے ہیں کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ برزخی نبی ہے اس لیے جو حضور اکرمؐ کی ختم نبوت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح وہ یہ تھا کہ بھیس بدلنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ حضور کے بعد کوئی شخص نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اسلامی شریعت میں برزخی اور ظلی نبی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مسیح موعود کے آنے اور نزول امام مہدی کے متعلق جو روایات ہیں انہیں مرزا صاحب پر لاگو کرنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے نہ صرف قرآنی آیات میں اپنی تاویلات کیں بلکہ اسلامی روایات کو بھی اپنی تاویل کے مطابق بنانے کی کوشش کی اور قادیان کو دمشق اور مسجد اقصیٰ کو قادیان کی مسجد کہا۔ مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کو بھی معاف نہ کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے کشمیر میں وفات پائی۔ جب مرزا سے کہا گیا کہ وہ بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرح معجزے دکھائے تو اس نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کے معجزوں کا تمسخر ارایا۔ مرزا نے ان باتوں کے علاوہ یہ دعویٰ بھی کیا کہ صرف اس نے ہی قرآن کا صحیح ترجمہ و تفسیر کی ہے اور صرف اسی نے صحیح حدیثوں کی نشاندہی کی ہے۔ آئیے ہم جان لیں کہ مسلمان کا رویہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ کیا ہونا چاہیے اور مرزا صاحب کا طریقہ کیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اس کتاب پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی تھی یقین رکھتے ہیں اور ان کتابوں پر جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور وہ لوگ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ (قرآن ۲-۱۳۶)  
 ترجمہ: جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر... تمام نبیوں پر ایمان لائے۔ (قرآن ۲-۱۷۷)  
 ترجمہ: سو تم اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لے آؤ۔ (قرآن ۳-۱۷۹، ۴-۱۵۸)

۳-۱۳۶) ایک اور اصول جو مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان اللہ کے رسولوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے ممتاز نہ کریں۔

ترجمہ: ہم اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں کسی کی تفریق نہیں کرتے (قرآن ۲-۱۲۸۵)  
 حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ کسی ایک پیغمبر کو دوسرے نبیوں پر فضیلت نہ دو۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونسؑ بن مثنیٰ سے بہتر ہوں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کو اس کے مسلمان دوست نے پیٹا، وہ حضور اکرمؐ کے پاس آیا اور شکایت کی آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے مجھے مارا ہے، حضور نبی کریمؐ نے صحابیؓ سے پوچھا کہ آپ نے یہودی کو کیوں مارا تو صحابی نے جواب دیا کہ یہودی نے آپ پر حضرت موسیٰؑ کو ترجیح دی تھی حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ نبی کو دوسرے پر فضیلت نہ دو (مسند احمد جلد سوم صفحات ۴۱-۴۰)  
 (بخاری شریف میں درج ہے کہ حضورؐ اس وقت غصہ میں تھے اور آپ کی ناراضگی آپ کے رونے مبارک پر عیاں تھی۔)

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے متعلق قرآن کی آیات مبارکہ یہ ہیں۔

ترجمہ: اور اس کتاب میں مریمؑ کا ذکر بھی کیجئے جبکہ وہ مریمؑ اپنی قوم کے لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایک ایسے مکان میں گئی یعنی غسل کے لیے جو جانب مشرق میں واقع تھا (قرآن ۱۶-۱۹)  
 ترجمہ: پس اس نے ان لوگوں کے سامنے پردہ ڈال لیا یعنی غسل کرنے کی وجہ سے تو ہم نے اس مریمؑ کے ساتھ اپنے ایک فرشتہ کو بھیجا اور وہ فرشتہ ان کے سامنے ایک صحیح الخلق آدمی کی شکل بن کر ظاہر ہوا (قرآن ۱۷-۱۹)

اس کو دیکھ کر مریمؑ نے کہا میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو خدا سے ڈرنے والا ہے۔

(قرآن ۱۸-۱۹)

ترجمہ: اس فرشتے نے کہا کہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں (قرآن ۱۹-۱۹)

ترجمہ: مریم نے جواب دیا میرے ہاں لڑکا کیوں کر ہو سکتا ہے حالانکہ مجھ کو کسی آدمی نے چھوا تک نہیں اور نہ میں کبھی بدکار تھی (قرآن ۱۹-۲۰)

ترجمہ: فرشتے نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے۔ یہ بات مجھ پر آسان ہے اور اس کو اس لیے پیدا کریں گے تاکہ ہم لوگوں کے لیے اس کو اپنی قدرت کی ایک نشانی بنائیں اور اس کو اپنی رحمت کا ذریعہ بنائیں اور یہ بات ایک طے شدہ امر ہے (قرآن ۱۹-۲۱)

ترجمہ: پھر مریم کو بیٹے کا حمل ہو گیا اور وہ اس حمل کو لیے ہوئے ایک اور جگہ علیحدہ چلی گئیں۔

(قرآن ۱۹-۲۲)

ترجمہ: پھر دروزہ کی تکلیف اس کو کھجور کے ایک تنے کی طرف لے گئی کہنے لگی کاش میں اس حالت سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔ (قرآن ۱۹-۲۳)

ترجمہ ۱۱: اس وقت (جبرائیلؑ) نے مریم کو ایک ایسے مکان سے جو نشیب میں واقع تھا پکار کر کہا کہ مریم! غمگین نہ ہو تیرے نیچے تیرے رب نے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے (قرآن ۱۹-۲۴)

ترجمہ ۱۲: اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف بلا اس بلانے سے تجھ پر تو تازہ کھجوریں چھڑیں گی۔

(قرآن ۱۹-۲۵)

ترجمہ: تو کھجوریں کھا اور چشمے کا پانی پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ پھر اگر آدمیوں میں سے تو کسی کو دیکھے تو اشارہ سے کہہ دیجو کہ میں نے رحمان کے لیے روزہ کی سنت مان رکھی ہے لہذا میں آج کسی انسان سے کلام نہیں کروں گی (قرآن ۱۹-۲۶)

ترجمہ: پھر مریم اس لڑکے کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائی گئی۔ لوگوں نے کہا اے مریم یہ تو تو نے بہت بُرا کام کیا۔ (قرآن ۱۹-۲۷)

ترجمہ: اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ کوئی بُرا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔

(قرآن ۱۹-۲۸)

ترجمہ ۱۱: اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے بھلا ہم اس سے کیسے بات کر سکتے ہیں جو ابھی گود کا بچہ ہے۔ (قرآن ۱۹-۲۹)



ترجمہ: اتنے میں وہ گود کا بچہ بول اٹھا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے اور اس نے مجھ کو نبی بنایا ہے (قرآن ۱۹-۳۰)

ترجمہ: اور میں جہاں بھی ہوں مجھ کو خدا نے بابرکت کیا ہے اور جب تک میں زندہ ہوں اس نے مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (قرآن ۱۹-۳۱)

ترجمہ: اور اپنی ماں کا اس نے مجھے خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش اور بد بخت نہیں بنایا (قرآن ۱۹-۳۲)

ترجمہ: اور مجھ پر خدا کی جانب سے سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرے گا اور جس دن میں زندہ کر کے دوبارہ اٹھایا جاؤں گا۔ (قرآن ۱۹-۳۳)

ترجمہ: یہ (جس کا ذکر ہوا) عیسیٰ ابن مریم ہے۔ صحیح حقیقت بیان کر رہا ہوں جس میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ (قرآن ۱۹-۳۴)

ترجمہ: (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک ایسے کلمہ کی شہادت دیتا ہے جو خدا کی جانب سے ہوگا اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔ وہ دنیا اور آخرت میں ذی مرتبت ہوگا اور مقرب بارگاہ لوگوں میں سے ہوگا (قرآن ۳-۴۵)

ترجمہ: اور وہ لوگوں سے نچوڑے میں بھی کلام کرے گا اور پوری عمر کا بوجھ بھی اور وہ اعلیٰ درجہ کے نیکو کاروں میں سے ہوگا۔ (قرآن ۳-۴۶)

ترجمہ: مریم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا مجھ کو کسی شخص نے چھوا تک نہیں۔ جواب ملا یوں ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کر دیتا ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پس کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوے ہو جاتا ہے (قرآن ۳-۴۷)

ترجمہ: اور وہ (اللہ تعالیٰ) اس کو کتب سماویہ اور دانائی کی باتوں کو اور توریت اور انجیل کی تعلیم دے گا۔ (قرآن ۳-۴۸)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کے لیے اس کو رسول مقرر کرے گا وہ بنی اسرائیل سے کہے گا میں تمہارے رب کی نشانی ہے کہ تمہارے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں پھر اس کے اندر پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا زندہ بن جاتا ہے اور میں مادر زاد اندھے اور کورھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور میں خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ دوسرے دن کے لیے اپنے گھروں میں رکھ آتے ہو میں تمہیں وہ سب بتا دیتا ہوں بلاشبہ ان امور

مذکورہ میں تمہارے لیے بڑی دلیل ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ (قرآن ۲-۲۹)

مرزا غلام احمد قادیانی ایک طرف خدا کے تمام بیوں اور پیغمبروں پر برتری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور دوسری طرف اللہ کے بیوں خصوصاً حضرت عیسیٰ کے بارے میں نازیبا زبان استعمال کرتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں ”اللہ نے اس امت میں مسیح موعود کو بھیجا جو عیسیٰ سے ہر لحاظ سے افضل ہے۔ میں نے اسے صاف کر دیا ہے اگر عیسیٰ اس زمانے میں ہوتا تو وہ کچھ نہ کر سکتا جو میں کر سکتا ہوں۔ وہ کچھ نہ دکھا سکتا جو میں دکھا سکتا ہوں (حقیقی الوحی صفحہ ۱۲۸) حضرت عیسیٰ کے جن معجزوں کا قرآن پاک میں ذکر کیا گیا۔ مرزا صاحب سے جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہا گیا کہ وہ بھی ان جیسی کوئی مثال پیش کریں تو مرزا نے کہا تھا کہ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کے جن معجزوں کا ذکر ہے وہ محض مثال ہیں۔ مرزا نے ان معجزوں کی مذمت کی اور (ازالہ اوہام کے صفحہ ۲۹۶ پر) ان کے متعلق خرافات لکھیں۔ اس نے انکار کیا کہ حضرت عیسیٰ نے مردوں کو زندہ کیا، پرندے میں جان ڈال دی یا اندھوں کو بینا کر دیا۔ مرزا نے ایسے معجزوں کی فرمائش کرنے والوں کو حرام زانے کہا۔ اس کے بعد شریف لوگ مرزا سے بچ کر رہنے لگے (انجام آختم صفحہ ۶) بعد ازاں مرزا صاحب نے نیا شوشہ چھوڑا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کو یہ طاقت دے دی ہو کہ وہ بے جان اور کھلونے کے پرندے بنا کر انہیں اڑا سکے (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۲) یا ان پرندوں کو اپنی مسمریزیم کی قوت سے اڑا لیتے ہوں گے جو ان کی روحانی قوت کی وجہ سے ہوا ہوگا (ایضاً صفحہ ۲۲۲) مرزا صاحب کا کہنا ہے کہ ان دنوں ایک تالاب تہا تھا جہاں سے حضرت عیسیٰ نے معجزے دکھاتے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اس تالاب کی مٹی استعمال کرتے ہوں اس (حضرت عیسیٰ) کے پاس کچھ بھی نہیں تھا محض دھوکہ و فریب تھا (ضمیمہ انجام اتہام صفحہ ۱۶ الف) (ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۲)

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ مسمریزیم کے ماہر تھے انہوں نے یہ سب کچھ خدا کی اجازت اور اس کے حکم سے سیکھا تھا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹)

حضرت عیسیٰ کی بے مثال پیدائش کے متعلق مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ یہ ان کی عظمت کا ثبوت نہیں ہے۔ حضرت آدم بھی باپ اور ماں کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ بہت سے جاندار موسم برسات میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ باپ کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے کچھ قوی کمزور تھے (حشر مسیحی صفحہ ۱۸) مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کی شادی نہ کرنے کے معاملہ پر بھی مزہ سرائی کی۔ اس (مرزا) نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کہا کہ وہ بد زبان تھے جلد آپے سے باہر ہو جاتے اور جھوٹ بولتے تھے (ایضاً صفحہ ۱۵) مرزا نے لوگوں کو ایفون کھانے کی تلقین کی اور کہا کہ

پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا مسیح افیون کھاتا ہے۔ میں نے حضرت عیسیٰؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے متعلق مرزا صاحب کی یہ چند باتیں دی ہیں۔ میں نے مرزا کی ایسی باتوں سے اجتناب کیا ہے جو اس نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کہی ہیں اور اس کے جواب میں عیسائی مشینروں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نازیبا زبان استعمال کی تھی۔ اسلام کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اللہ کے کسی پیغمبر یا رسول کے پیغمبرانہ مشن پر ایمان نہ لائے جو کہ ایک مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ اسلام کا تصور یہ ہے کہ اللہ کا نبی گناہ سے متبرک ہوتا ہے۔ حضرت مریمؑ کے لطن سے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے متعلق قرآن میں جو کچھ بیان کیا گیا اس کا موازنہ مرزا غلام احمد قادیانی نے موسمِ ربوات میں خود بخود چلنے والے جراثیموں سے کیا ہے، مرزا حضرت عیسیٰؑ کے معجزوں پر ایمان نہیں لایا اور اس نے انہیں ایک تالاب کی مٹی سے پیدا کیے جانے والے کرشمے کہا۔ اس نے اپنے خاص کمرے کو مسجد قرار دیا اور بیت الذکر قرار دیا "براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے اپنے اس بیت الذکر کا موازنہ کعبہ اور بیت الحرام سے کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص میرے بیت الذکر میں آگیا گویا وہ بیت الحرام یا کعبہ میں داخل ہونے والے شخص کی طرح حفاظت میں آگیا۔ اس نے قادیان کی زمین کو مکہ مکرمہ کی سرزمین کے مساوی قرار دیا وہ درنہمین کے صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے کہ

زمین قادیان اب محترم ہے

ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

مطلب یہ کہ قادیان کی زمین اب مقدس ہو گئی ہے۔ اس میں بھی حرم کعبہ کی طرح ہجوم رہتا ہے۔ "آئینہ کمالات اسلام" کے صفحہ ۲۵۲ پر مرزا رقم طراز ہے قادیان میں سالانہ حاضری کے سلسلہ میں تین جنت لے گی۔ اس نے صاحبزادہ عبداللطیف کو قادیان بھیجا کہ وہ حج کرے۔ اس نے قادیان میں احمدیت کی تعلیم حاصل کی (قادیانی مذہب صفحہ ۳۶۳) مرزا بشیر الدین محمود قادیان اس طرح گیا جس طرح حج کو جاتے ہیں۔ مرزا صاحب نے اپنی مسجد کو مسجد اقصیٰ قرار دیا (دیکھئے تبلیغ رسالت جلد ۹ صفحہ ۱۲) اور اس مسجد کا ایک مشرقی مینارہ تعمیر کیا گیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے مطابق حضرت مسیح دمشق کے مشرقی مینارہ پر ظہور فرمائیں گے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت مسیح مسجد اقصیٰ، بیت المقدس میں نزول فرمائیں گے۔ مرزا قادیانی نے یہ مینارہ تعمیر کر کے گویا یہ ثبوت دینے کی کوشش کی کہ اس نے مشرقی مینارہ قادیان میں تعمیر کر دی ہے اور نبی پاکؐ کی پیش گوئی پوری ہو گئی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس سلسلے میں قرآن کریم کی یہ آیات پیش کیں۔

ترجمہ: وہ خدا جملہ عیوب سے منزہ ہے جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد

اقتضے تک لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرد انگریزوں پر قسم کی برکتیں رکھی ہیں۔ اس بندے کو پہنچانے سے مقصد یہ تھا کہ ہم اس کو اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دکھانے میں بے شک خدا بڑا شننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔  
(قرآن ۱۰:۱۷)

قرآن پاک کی یہ آیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ معراج سے متعلق ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بارے میں کہا کہ نبی پاکؐ شب معراج کے سفر کے دوران قادیان سے گزر کر مسجد اقصیٰ گئے شرعی عدالت میں درخواست گزار کیپٹن عبدالواجد نے جو احمدیوں کے لاہوری گروپ کا رکن ہے۔ اپنی پیشین نمبر ۲ اپریل ۱۹۸۲ء میں ایک اور شریعت پیشین کے درخواست گزار نجیب الرحمن کے ان دلائل کو دہرایا کہ احمدیوں کے لاہوری گروپ اور قادیانی گروپ کے درمیان فرق کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کیپٹن عبدالواجد نے کہا کہ لاہوری گروپ کے احمدی مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی مرزا غلام احمد نے کبھی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے قادیانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر غیر مشروط اور پکا ایمان رکھتے ہیں اور مرزا صاحب کو مہدی موعود، مسیح موعود، ایک مجدد ایک محدث خیال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں درخواست گزار نے آزالہ اولیام، نشان آسمانی، آئینہ کمالات اسلام، حماۃ البشری، ایام الصلح کا حوالہ دیا یہ ظاہر کرنے کے لیے مرزا صاحب نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس سلسلے میں درخواست گزار کو بتایا گیا کہ نبوت کے دعویٰ کے سلسلہ میں مرزا صاحب کی کتابیں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۸ء تک کی ہیں اور "ایک غلطی کا آزالہ" نامی کتاب بنیادی تحریر ہے۔ اس (درخواست گزار) نے ایک غلطی کا آزالہ نامی پمفلٹ سے کچھ حقائق پڑھ کر سنائے لیکن وہ حقائق جن کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ کیپٹن عبدالواجد نے اس بات سے انکار کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا لاہوری گروپ کے قادیانیوں نے کبھی مسلم امت کو بُرا بھلا کہا اور نہ ہی کلمہ طیبہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) پڑھنے والے ایسے مسلمانوں کا اس بنا پر کافر کہا ہے کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان نہیں رکھتے تاہم عبدالواجد نے کہا کہ جو مسلمان مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں اس الزام کے بعد کافر ہو جاتے ہیں۔

یہ تمام دلائل کسی نبوت کے بغیر ہیں۔ مرزا صاحب کی تحریروں میں یہ بات موجود ہے کہ ان کے نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ لاہوری گروپ کے سربراہ ایم محمد علی بھی ۱۹۱۴ء تک مرزا صاحب کو نبی مانتے رہے ہیں جب محمد علی کو احمدیوں کی مرکزی تنظیم سے نکال دیا گیا تو اس نے اپنا علیحدہ گروپ بنایا (عبدالقادر کی تحریر کردہ مرزا صاحب کی سوانح حیات "حیات طیبہ" میں اس کا ذکر موجود ہے کہ لاہوری گروپ کے سربراہ بھی مرزا صاحب کو نبی مانتے تھے) اس سلسلے میں دو مثالیں:



اس کتاب کے صفحہ ۲۹۹ میں بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹۰۳ء میں محمد علی، مولوی کریم الدین کے مقدمہ میں مدعی کی طرف سے پیش ہوا اور یہ بیان دیا کہ مذہب مدعی نبوت کذاب ہوگا مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔ مطلب یہ کہ مدعی نبوت کو جھوٹا کہنے والا جھوٹا ہوتا ہے ملزم یعنی مرزا صاحب نبوت کا مدعی ہے۔

صفحہ ۳۰۰ پر اس بات کو محمد علی کی درج ذیل تحریر میں دہرایا گیا ہے جو اس کے اخبار ”پیغام صلح“ میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو شائع ہوئی کہ ”ہم حضرت مسیح موعود، ہمدی موعود کو اس زمانے کا نبی رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔“

ان تحریریں سے یہ بات واضح ہے کہ محمد علی بھی نبوت کے مسئلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ساتھی ہے اور مرزا قادیانی کی زندگی میں محمد علی اور نور الدین نے مرزا کو نبی تسلیم کیا (النبوة فی الاسلام) میں خیال کرتا ہوں کہ یہ عین اسلام کے مطابق ہے کہ مرزا صاحب کے ساتھ بیسیوں جیسا سلوک کیا جائے۔ (پیغام صلح جلد دوم صفحہ ۱۱۹ بتاریخ ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کو اس وقت کافر قرار دیا گیا جب مرزا کے دعوے اپنے ہمدی موعود اور مسیح موعود ہونے تک ہی محدود رہ گئے یہی فتوے اس کے پیروکاروں پر لاگو ہوتے ہیں۔ مولانا محمد حسین شاہی جو ایک زمانہ میں مرزا صاحب کے بڑے مداح تھے اور براہین احمدیہ کے کچھ حصے لکھنے میں مدد بھی کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے انہی دعوؤں کی وجہ سے دل برداشتہ ہو گئے اور مرزا کے جانی دشمن بن گئے انہوں نے نہ صرف خود مرزا صاحب کو کافر قرار دیا بلکہ بھارت کے ممتاز علماء کے ان فتوؤں پر بھی دستخط کیے جو پورے بھارت میں تقسیم کیے گئے۔ (حیات طیبہ مصنفہ صفحہ ۱۳۲) مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی جگہ آنے والوں نے نہ صرف ایک طرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ اپنے اس دعوے کو نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ اسلام کے نقطہ نظر سے وہ لوگ جو اسلامی اصولوں سے رگزدانی اور چشم پوشی کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مامور من اللہ (اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا) مجدد (اسلام کو نئے سرے سے زندہ کرنے والا) ہمدی موعود یا مسیح موعود مانتے ہیں۔ خود اسلام کی رُوح سے واقف ہے؟ یہ نہ صرف الحاد کی مدد کرنے کے مترادف ہے بلکہ گمراہی کا کام ہے۔ اسلام میں یہ اصول قائم ہے جو الحاد کو اچھا سمجھتا ہے یا اس پر رضامندی کا اظہار کرتا ہے یا اس پر خوش ہوتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے (اکفار الملحدین مصنفہ مولانا ابوالرشاہ کشمیری صفحہ ۵۹)

”بحر الرقی جلد ۵ صفحہ ۲۳ پر ہے کہ جو کوئی یہودیوں کے پادریوں کے متعلق اچھی رائے رکھتا ہے یا ان کی تادیل (جو کہ ظاہری لفظ کے مختلف معانی پر ہو) پر خوش ہوتا ہے وہ بے ایمان ہے۔“ مرزا صاحب نے یہی

کیا، کہتے ہیں کہ ایک شخص جسے بے ایمان کہا جاتا ہے وہ ایماندار ہے کیوں کہ کہنے والا خود بے ایمان ہے (تحقیق الومی صفحہ ۱۶۴)

قرآن پاک میں ہے ترجمہ: ”دین میں کوئی حیر نہیں تیناً ہدایت کی راہ گمراہی سے نمایاں ہو چکی ہے سو جس شخص نے تمام معبودان باطلہ کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایسا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے: (قرآن ۲۰۶-۲) لفظ طاعت قرآن پاک میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ یہ شیطان جادوگر کاہن وغیرہ اور ایسے شخص کے بارے میں ہے جو گمراہی کی طرف رہنمائی کرے۔ جوہری کہتے ہیں، والطاعت الکاهن والشیطان دکل راس فی الضلال، طاعت، کاہن، شیطان جو گمراہی کی طرف رہنمائی کرے (قرطبی) کل راس فی الضلال کا مطلب ہے کہ وہ جو گمراہی کا راستہ دکھائے ایسے لوگوں میں وہ بھی شامل ہے جو کسی نئے مذہب کے ذریعے لوگوں کو گمراہی کی طرف لے جائے اور کوئی ایسا نظریہ دے جو صحیح سے متصادم ہو دیکھئے ضیاء القرآن پیر محمد کرم شاہ (اب یہ سپریم کورٹ شریعت پنچ کے جج ہیں) صفحات ۸۰-۷۹ جلد اول)

ایک مسلمان اور مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے اور طاعت سے انکار کرے اور اس کے راستے پر نہ چلے جس میں ایک جھوٹا نبی بھی شامل ہو وہ شخص جو جھوٹے نبی کا انکار نہیں کرتا وہ شخص جو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے وہ شخص جو ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھتا ہے جو اسلام سے متصادم ہو تو ایسا شخص مسلمان نہیں ہے، خواہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ شخص جو اللہ کے ساتھ ساتھ طاغوت پر بھی ایمان رکھے وہ تو بہت ہی زیادہ بُرا ہے، مسلم امہ کو انتشار سے بچانے اور سد دہریہ کے لیے ایسی کالی بھیلوں کو اسلام سے دور رکھنا چاہیے جو مسلم امہ کو طاعت کے راستے پر لے جا رہی ہیں۔ اپنے پمفلٹ ”ایک غلطی کا ازالہ“ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلی مرتبہ نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس پمفلٹ کی ڈی تصنیف یہ تھی کہ مرزا صاحب کے مخالفوں میں سے ایک نے مرزا کے ایک پیروکار سے کہا کہ تم مرزا کے ہاتھ پر نبی ہونے کی حیثیت سے بیعت کرتے ہو تو مرزا کے پیروکار نے انکار کر دیا جب اس نے مخالفین کا یہ خیال مرزا کے سامنے پیش کیا تو اس نے ”ایک غلطی کا ازالہ“ نامی پمفلٹ لکھا جس میں اس نے بتایا کہ میرے پیروکار نے مخالفین کے جس الزام سے انکار کیا ہے وہ صحیح نہیں کیونکہ مجھے اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے اور اس نے اپنے لیے رسول نبی اور مرسل کے الفاظ ایک نہیں سینکڑوں دفعہ استعمال کیے تھے یہ انکار خود بخود ختم ہو جاتا ہے، اس نے نبی رسول وغیرہ کے الفاظ ۲۲ سال پہلے براہین احمدیہ میں بھی شائع کیے اس نے اس وقت قرآن کی آیت استعمال کی جس کا ترجمہ ہے ”وہ ذات (اللہ) جس نے

اپنا رسول بھیجا ہدایت کے لیے دین حق کے ساتھ تاکہ وہ اسے تمام مذاہب پر ظاہر کر دے (براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۸) یہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے واضح کر دیا ہے کہ وہ (مرزا غلام احمد قادیانی) ایک نبی ہے (جبری اللہ فی حل الانبیاء) کے الفاظ اس نے اسی کتاب میں اپنے لیے استعمال کیے کہ اللہ کا نبی جو تمام انبیاء کا مل ہے (صفحہ ۵۰۴) اسی کتاب میں اس نے خود پر اترنے والی ایک وحی کا ذکر کیا ہے جو کہ قرآن کی آیت ہے (و محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار و رجاء بیئہم) ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے صحبت یافتہ و ہمراہی ہیں۔ وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت اور آپس میں مہربان ہیں (قرآن ۲۸-۲۹) قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میرا نام بھی حضور اکرم کی طرح محمد تھا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں بہت سی جگہوں پر مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو رسول ظاہر کیا ہے۔

مرزا قادیانی نے کہا کہ چونکہ حضرت محمد آخری نبی تھے اس لیے میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مرزا نے حضرت عیسیٰ کے اس دنیا میں بحیثیت پنجمین طہور ثانی کو بھی رد کر دیا جس پر مسلمان ایمان رکھتے ہیں۔ مرزا نے کہا کہ حضرت محمد کے آخری نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے قیامت تک کے لیے دروازے بند ہو گئے ہیں اور یہ کسی ہندو، یہودی، عیسائی یا کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ وہ نبی ہونے کے لیے درخواست دے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند ہو چکی ہیں۔ سوالے ایک کے جو کہ شریعت ہدایتی ہے جس کے مدعی کے لیے فنا فی الرسول ہے۔ مرزا صاحب کے مطابق جو کوئی اس کھڑکی کے راستے خدا کی طرف جاتا ہے تو اسے نطلی طریقے سے نبوت دی جاتی ہے جو کہ ایک سائے کی شکل میں ہوتی ہے۔ یہ محمد کی نبوت تھی اس کے لیے نبی ہونا شرم کی بات نہیں کیونکہ اس (مرزا) نے یہ نبوت خود حاصل نہیں کی بلکہ حضرت محمد کے ذریعہ (حشیمہ) حاصل کی۔ مرزا صاحب کہتے ہیں اسی نسبت سے جنت میں میرے نام محمد اور احمد میں جس کا مطلب ہے کہ مجھے نبوت حضرت محمد سے حاصل ہوئی جو کہ رورزی طریقے سے حاصل ہوئی (اوتار نبوت) صفحہ ۷ پر مرزا لکھتا ہے کہ اس کے باوجود کہ محمد خاتم النبیین بن کر آئے کیوں کہ دوسرا محمد (مرزا غلام احمد) اس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر ہے اور اسی کے نام پر پیدا ہوا۔ مرزا نے یہ بھی لکھا کہ میرا نام محمد اور احمد ہے۔ رسول اور نبی ہوں (صفحہ ۹) قرآن پاک کی اس آیت کو "وآخرین ہنلہم لعلہم لیحقوبہم" ترجمہ: (اور دوسرے لوگوں کے لیے مجھی جو آئندہ ان میں شامل ہونے والے ہیں مگر وہ ابھی تک ان میں شامل نہیں ہوئے۔ قرآن ۳۰-۳۱) بے طریقہ استعمال کیا اور مرزا نے اس کی غلط تفسیر کی اور کہا کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ مستقبل میں نبی ہوں گے اور خود کو اس میں شامل کیا اس نے

کہا کہ وہ ایسا ہی ایک نبی ہے جو بروزی طریقے سے آیا ہے اور بیس سال قبل براہین احمدیہ میں اس کا نام محمد اور احمد تھا اور خود کو مرزا نے نبی پاک کا ظل (سایہ) قرار دیا۔ مرزا کے مطابق اس کا یہ نظریہ اس لیے حضور ختمی مرتبت کی ختم نبوت پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ سایہ کبھی اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا (صفحہ ۱۰) اپنی بروزی نبوت کو بیان کرتے ہوئے مرزا غلام احمد دوبارہ لکھتا ہے میرا نام محمد اور احمد ہونے کی وجہ سے نبوت کسی اور کو نہیں ملی۔ یہ محمد میں ظاہر ہوئی اور محمد کو ملی۔ (صفحہ ۱۶)

یہ واضح ہے کہ مرزا صاحب کو محمد اور احمد کہنے کے نتائج واضح تھے۔ مرزا صاحب کے ساتھی حضور کے صحابہ ہو گئے۔ مسلمانوں کے کلمہ کے مطابق خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں اس میں اب محمد مرزا صاحب ہیں۔ جہاں لفظ محمد پڑھا جاتا ہے اس کے معنی محمد کے ہیں۔

اب اس نظریے کا جائزہ لیا جانا چاہیے کہ ڈاکٹر عبدالقادر محمود نے اپنی تصنیف ”الفلسفۃ الصوفیہ فی الاسلام“ (صفحہ ۱۵ تا ۱۵) میں وضاحت کی ہے کہ ظلی اور بروزی کی اصطلاحات ہندوؤں کے حلول اور نتائج کے بے حد ہم معنی ہیں۔

مرزا صاحب نے خود بھی اعتراف کیا ہے کہ بروز کے معنی اوتار کے ہیں۔ سیالکوٹ میں ۲ نومبر ۱۹۰۲ء کو دیئے گئے ایک لیکچر میں کہتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۲۳)

یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ خدا کی طرف سے سیرا ظہور صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لیے نہیں ہے بلکہ تیزوں گروہوں مسلمانوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کی اصلاح کی ضرورت کے لیے ہے۔ جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے چنانچہ میں ہندوؤں کے لیے اوتار ہوں۔۔۔ راجہ کرشنا، جیسا کہ میرے سامنے شواہد سے ظاہر ہوتے ہیں، ایک کامل انسان تھے۔۔۔ یہ خدا کا وعدہ تھا کہ وہ ختمی دور کے دوران اپنا بروز یعنی اوتار بھیجے گا۔

رسالہ جہاد کے ضمیمہ (تاریخ اشاعت ۱۹۰۰ء) میں لکھا ہے :

”خدا نے مجھے مسیح کے اوتار کے طور پر بھیجا ہے۔ اس طرح اس نے میرا نام احمد اور محمد رکھا اور مجھے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اوتار بنایا۔ میری عادات، طور اطوار اور طرز (نبی کے سے) بنانے اور مجھے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خلعت پہنانے کے بعد تاکہ میں توحید کو پھیلا دوں اور اس کی اشاعت کر سکوں۔۔۔ چنانچہ میں عیسیٰ بھی ہوں اور مہدی بھی۔ اس امتیاز سے اور اس انداز ظہور کے مطابق جسے تکنیکی طور پر اسلام میں بروز کہا جاتا ہے۔ (صفحہ ۶، ۷)

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا نے اوتار اور بروز کو ایک دوسرے کے ہم معنی



کے طور پر استعمال کیا ہے۔

جبکہ اسلام کی شریعت میں حلول یا تاسخ کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ یہ اصطلاحات ان لوگوں سے آئی ہیں جو حلول اور تاسخ پر اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ مزدک اور لامان۔ اسی طرح اسلام میں ظلیت کا بھی کوئی تصور موجود نہیں ہے (خاتم النبیین از نور شاہ کشمیری صفحہ ۲۱۰)۔

اپنی کتاب ”موقف الائمہ الاسلامیہ“ میں مولانا محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں کہ مذاہب کے تعالیٰ جائزہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ ظلی اور بروزی کا پورا پورا نظریہ ایک ہندووانہ نظریہ ہے اور اسلام میں ایسے کسی تصور کا کوئی وجود نہیں۔ عبدالقادر بغدادی (وفات ۱۳۲۹ھ) بھی یہ تصور رکھتے تھے کہ حلول کی حمایت چھوٹی اور بے سرو پل ہے۔ (اصول الدین صفحہ نمبر ۷۲)۔

مجدد الف ثانی جن کی تجاویز پر مرزا صاحب نے تکیہ کیا ہے نبوت میں ظل کی نفی کرتے ہیں۔ وہ اپنے خط نمبر ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ نبوت اللہ کی قربت کی طرف اشارہ کرتی ہے مگر اس میں ظلیت کا شک و شبہ تک نہیں ہوتا۔

درخواست کنندہ نے ایک اور دلیل یہ دی ہے کہ قادیانی امت مسلمہ کا حصہ اور اس کے رکن ہیں اور اعتقادات میں فرق کی بنیاد پر انہیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے مطابق اُمہ کی تشریح یہ ہے کہ کوئی بھی فرد جو اللہ کی توحید اور محمدؐ کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے مسلمان ہے اور مسلم اُمہ کا رکن ہے اس نے قرآن کی آیت (۴۹: ۴) کا حوالہ دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہ شخص جو مسلمان کی طرح سلام کرتا ہے (السلام علیکم کہتا ہے یعنی تم پر سلامتی ہو) اس کو غیر مسلم نہیں کہا جاسکتا“۔ حیورسٹ کے خیال کے مطابق جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور بعض حدیثوں کی وجہ سے جن پر ان خیالات کی بنیاد ہے وہ شخص واجب القتل نہیں۔ اس کے بعد پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُمہ یا مسلم اُمہ کیا ہے۔ لفظ اُمہ (جمع اُمم) مختلف معنوں میں مستعمل ہے مثلاً عوام یا افراد (قرآن ۲۱۱-۲۳) دور (قرآن ۱۱: ۷) کورس یا اصول (قرآن ۲۳: ۴۳) گائیڈ یا لیڈر (قرآن ۱۲: ۱۶) قوم (قرآن ۱۶: ۳۶) ایک ہی نبی یا مذہب کو ماننے والے (قرآن ۲۱۳: ۲: ۹۲: ۲۱) (دیکھئے غرائب القرآن فی التفسیر القرآن از علامہ شیرازی صفحہ ۱۸، ۱۹ مختلف معنوں کے لیے دیکھئے عمدۃ القاری جلد پنجم صفحہ ۱۹) امام راغب کا کہنا ہے کہ اُمہ کے عمومی معنی قوم یا گروہ کے ہیں بالخصوص وہ گروہ جو ہم آہنگی معاملات (جس میں لازماً نظریاتی نقطہ نظر اور مقاصد، معاشرتی، ثقافتی، معاشی، سیاسی اور مذہبی ہم آہنگی) بھی شامل ہے (بحوالہ مفردات فی غرائب القرآن صفحہ ۲۳) جس کی وضاحت اس آیت



مذہب کے پروکاروں پر مشتمل گروہوں کے لیے بھی استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ماننے والوں کے لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں معنوں میں اس لفظ کو ميثاق مدینہ میں استعمال کیا ہے۔ ميثاق مدینہ کے پیش لفظ میں ہے

”یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر ہے۔ مسلمانوں اور شہر کے قریب کے قریبوں اور جنہوں نے ان کا ساتھ دیا جہاد کے درمیان، دوسروں کی طرح وہ بھی امر میں۔“  
اس ميثاق کے آرٹیکل ۲۶ کے الفاظ ہیں۔

”یہود، بنی عوف نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک اُمہ کی صورت اختیار کر لی (دیکھئے سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۵۵۴)۔“

وہ جو اس معاہدہ کے فریقین تھے وہ قبائل تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ان میں سے ہر ایک اُمہ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہ یہود جو یا تو شروع میں اس معاہدے کے فریق تھے یا بعد میں بنے۔ ان کو مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی اُمہ شمار کیا گیا۔ ان مشترکہ عوامل اور مقاصد کی بنا پر جو ميثاق میں طے کیے گئے تھے، مسلمان ایک ہی مذہب کو ماننے کی بنا پر امت واحدہ کا حصہ تھے۔ پس ميثاق سیاسی معنوں میں مسلمان اکثریت اور غیر مسلم اقلیتوں پر مشتمل ایک قوم کی تشکیل کے لیے دو بنیادیں فراہم کرتا ہے مگر اس کے ساتھ الگ اُمہ کے طور پر مسلمانوں کی جداگانہ خصوصیات کے قیام پر بھی زور دیتا ہے۔

”مکہ میں خازن کعبہ کی بنیادیں رکھتے وقت ابراہیم اور اسماعیل نے یہ دعا کی :

”اے رب ہم دونوں کو مطیع کر لے اپنے واسطے اور ہماری اولاد کو ایک فرمانبردار جماعت

بنا“ (قرآن ۱۲۸-۲)

اسلام کے معنوں میں سے ایک تابعداری اور اپنے آپ کو مطیع کرنا کے ہیں۔ مسلمان کے معنی فرمانبردار کے ہیں۔ آیت مذکورہ میں نشاندہی کی گئی ہے کہ وہ جو اپنے آپ کو مطیع کر دیتے ہیں ایک اُمہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں یا یہ کہ مسلمان اسلام کی وجہ سے ایک قوم میں ڈھل سکتے ہیں۔ اسلام کا رابطہ انہیں ایک اُمہ کی لڑی میں رودے گا کیونکہ اصول یہ ہے کہ مشترکہ مقاصد اور نظریات رکھنے والے لوگ ایک قوم کی تشکیل کر سکتے ہیں۔ یہ قرآنی آیات ۱۰۴-۱۰۳-۱۸۱-۲ سے بھی واضح ہے ارشاد ہے :

”اور چاہئے کہ جو تم میں ایک جماعت (لوگوں کی) جو بلا میں بھلائی کی طرف، حکم کریں اچھی چیز کا

اور منع کریں برائی سے، اور یہ لوگ وہی ہیں چھٹکارا حاصل کرنے والے“ (قرآن ۱۰۳-۳)

”اور جن لوگوں سے پیدا کیا ہم نے ایک جماعت ہے کہ راہ دکھاتے ہیں ساتھ حق کے اور ساتھ  
اسی کے عدل کرتے ہیں“ (قرآن ۱۸۱-۷۰)

اسلام (فرمانبرداری) صرف ایک مذہب یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امہ کا طرز زندگی ہی  
نہیں تمام نبیوں نے اسلام کی تبلیغ کی کیونکہ تمام نبیوں کو ایک ہی الہام آنا سے گئے اور ایک ہی طریقہ  
سے الہام آتا رہے گئے۔ (قرآن ۱۶۳-۳) ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے نہ ہی عیسائی، وہ مسلمان تھے۔  
(قرآن ۶۶-۳) اسلام جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رہنمائی کی گئی سچا مذہب ہے جس  
کے ابراہیمؑ بھی پیروکار تھے۔ (قرآن ۱۶۲-۶) تمام نبیوں نے لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اس  
کے احکام کی پابندی کی طرف بلایا۔ (قرآن ۶۵-۷، ۵۹-۷، ۷۳-۷، ۷۷-۷، ۸۵-۷) آیات  
۲۲-۲۱، ۵۲-۲۳ میں سابقہ نبیوں کا حوالہ دیتے ہوئے خاص طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ:

”تم تمام لوگوں کا مذہب ایک مذہب ہے“

یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ قرطبی نے کہا تھا کہ الامتہ عشاء الدین میں لفظ امہ کے معنی مذہب کے  
میں لیکن یہ گروہ یا جمعیت کے معنوں میں بھی استعمال کیا گیا ہے۔

اسلام کی بنیادی شرائط میں اللہ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام نبیوں پر ایمان لانا  
مومن کے لیے لازم ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی اور پیغمبر کے طور پر مانا جاتا ہے۔  
آٹ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور پیغمبر نہیں آئے گا۔ مومن کے لیے لازمی ہے کہ وہ تمام الہامی کتابوں  
قرشتوں اور قیامت پر اعتقاد رکھیں۔

دوسری شرط قیام صوم و صلوة اور ادائیگی حج و زکوٰۃ ہے۔ ایمان اگرچہ تمام مذہب میں حقیقتاً  
مشترک ہے لیکن ادائیگی نماز و روزہ کا انداز اور زکوٰۃ کی بارکیاں اور حج مسلمانوں کی انفرادیت میں  
اسی طرح مسجد یا نماز کی طرف مومنوں کو بلانے کا طریقہ دوسرے مذہب کی رسوم سے کوئی مطابقت  
نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے جو اب تک انسانیت کے لیے اٹھائی گئی ہے  
(قرآن ۱۱۰-۳)

”یہ حکم کرتے ہیں نیکی کا اور منع کرتے ہیں بُرائی سے“ (قرآن ۱۱۰-۳ اور ۱۰۴-۳)

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ تمام مسلم امہ کی ذمہ داری بن گئی کہ وہ اسلام  
کے مفاسد کو آگے بڑھائیں (قرآن ۱۴۳-۳) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور تمہارا رکھو ایک  
دوسرے کو اور لگے رہو بیچ لڑائی کے اور ڈرو اللہ سے کہ تم چھٹکارا پاؤ (قرآن ۲۰۰-۳) اور جو



کوئی برخلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے ظاہر ہوئی واسطے اس کی ہدایت اور پروی کرے (قرآن ۱۱۵-۱۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت لازم ہے۔ آیت ۵۹-۴ مسلمان امہ کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ صاحب حکم (یعنی ایک مرکزی شخصیت اور اس کے ساتھ کام کرنے والے نچلے لوگوں کی اطاعت کرے۔ ان احکام کی بدولت یہ نتیجہ بیان چندان مشکل نہیں کہ مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کا پرچم سر بلند رکھیں اور اس مقصد کے لیے یہ ہدایت مضبوط ہونا چاہیے۔

مسلمان رنگ، نسل اور ملک کی تخصیص کے بغیر آپس میں بھائی بھائی ہیں (قرآن ۱۰: ۲۹) ایک قتل سب کا قتل ہے اور موت کے منہ سے ایک کی جان بچانا سب کی جان بچانا ہے۔ مسلم امت پر سبختی سے فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کے درمیان انصاف اور عدل قائم کریں۔ (قرآن ۱۳۵: ۴) یہ انسانیت کی بھلائی میں اعتدال پسند قوم ہیں (قرآن ۱۲۳: ۳) اسی طرح پوری مسلم امت ایک خدا کی عبادت گزار ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور پیغمبر کی امت ہے اور دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوں خانہ کعبہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں مسلمان امت کے دوسرے لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں اور دوسرے مسلمان کو کسی بھی مشکل یا مصیبت میں گھبرا دیکھ کر یا سن کر انہیں رنج ہوتا ہے۔ ان کے نظریات اور مقاصد یکساں ہیں اور یہی امت کی اصل آزمائش ہوتا ہے۔

مسلمان دوسرے مذاہب کا بے حد احترام کرتے ہیں مگر اپنی حکومت یا ایمان پر کوئی حملہ یا ائمہ کی جڑیں کھوکھلی کرنا برداشت نہیں کر سکتے۔ دونوں ہی انہیں دل و جان سے عزیز ہیں۔ مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے گروہی استحکام اور وحدت کی بنیادوں، عوامل اور میکنزم پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ استحکام نامیاتی بھی ہے اور میکانیکی بھی۔ نامیاتی استحکام کا تصور وحدت کی علامت ہے۔ اس کا نتیجہ لیبر فورس کی تقسیم کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے جب کہ میکانیکی استحکام معاشرے یا گروہ کی تشریح کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس میں تمام ارکان ایک ہی بنیادی خصوصیات سے محفوظ ہوتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کے لیے ہمدردی محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے دلیل دی کہ میکانیکی استحکام کی تشریح مسلم ائمہ کے لیے موزوں ہے۔ ادبی ہرن اور نکوف کی کتاب "انٹیکٹ بک آف سوشیالوجی" سے حوالہ دیتے ہوئے کہا۔۔۔

» میکانیکی انداز میں وحدت یافتہ ملک، ایک مثالی حکومت معاشرے کی بنیادی خصوصیات

ظاہر کرتا ہے۔ ثقافتی ہم آہنگی، جداگانہ حیثیت، رواجی ہم آہنگی انہیں ایک ہی جامے میں جکڑ دیتی ہے۔ معاشرتی تعلقات کے ذاتی معاملات زیادہ اجاگر تھے۔ خاندانی اداروں اور تقدیس کی نسبتاً اہمیت تھی۔ سکولر قوت نافذہ کے مقابلے میں نامیاتی انداز میں وحدت یافتہ میرٹیا اس کے برعکس خصوصیات ظاہر کرتا ہے۔ یہ پیراگراف کچھ تو معاشرتی ڈھلچھے اور کچھ اس کے ثقافتی بنیادوں پر اس کی گروہ بندی سے تعلق رکھتا ہے۔

ابن خلدون نے قبیلوں کے گرد ہی احساسات پر بڑی فصاحت و بلاغت سے بحث کی ہے جو وہ متوکلین اور اتحادیوں اور ایک ہی نسل کے افراد کے لیے رکھے ہیں اور حونی رشتوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ مضبوط احساسات صحرائی زندگی جو پرورش کرتی ہے، عزم و توصلہ اور بہادری کا نتیجہ ہیں (مقدمہ انگریزی ترجمہ جلد اول صفحہ ۱۲۶۴) انہوں نے شاہی حکام کی اہمیت پر بھی گرد ہی احساسات کے نتیجہ کے طور پر بحث کی ہے۔ سب سے اہم اور موزوں بات مذہبی ہم آہنگی ہے وہ کہتے ہیں۔

”اس کا سبب یہ ہے کہ ظلم و ستم کے باعث عرب وہ قوم تھے جو ایک دوسرے کے ماتحت رہ کر کام نہیں چاہتے تھے۔ وہ مغرور، غیر مہذب اور مہم جو تھے اور لیڈر بننے کے خواب دیکھ رہے تھے ان کے نجی مقاصد میں شاذ و نادر ہی ہم آہنگی ہوگی لیکن جب (ان میں) اسلام آیا، نبوت یا ولایت کے ذریعے ان میں (ان کا) ہونے سے باز رہنے کی کوئی قوت پیدا ہوگئی ان میں حسد اور تکبر کا مادہ ختم ہو گیا۔ اب ان کے لیے آسان ہو گیا تھا کہ وہ (کسی کے) ماتحت اپنے آپ کو متحد کر لیں (ایک تنظیم کی شکل میں) یہ ایک مشترکہ مذہب کی بدولت ہی حاصل کیا گیا جواب ان میں موجود تھا۔ نتیجہ غیر مہذب رویہ اور غرور تھا۔ مادہ ختم ہو گیا اور ان میں آپس کی جلبن اور حسد سے باز رہنے کی بھی کوئی قوت پیدا ہوگئی۔ جب ان کے درمیان کوئی نبی یا ولی ہے جو انہیں اللہ کے احکام کی پاسداری کا راستہ دکھاتا ہے اور قابل الزام عادات سے نجات کی ہدایت دیتا۔ قابل تحسین عادات اپنانے کا درس دیتا، جو انہیں اپنی تمام تو انامیاں حق کی بالادستی پر مرکوز کرنے کی طرف مائل کرتا تو وہ ایک جان متحد ہو گئے (ایک معاشرتی تنظیم کی شکل میں) اس طرح بالادستی اور شاہی اقتدار حاصل کر لیا۔ اس کے برعکس کسی قوم نے بھی (عربوں کی مانند مذہبی) صداقت اور سمجھ رہنمائی کو اپنی پھرتی سے قبول نہیں کیا کیونکہ ان کی فطرت ان بگڑی عادات سے محفوظ رکھی گئی تھی اور کردار کی بنیادی خصوصیات پر گندہ نہیں ہوئی تھیں، ان کی خصالت میں واحد (مشکل) ظلم و ستم کی عادت تھی جو بہر کیف آسانی سے ختم کی جاسکتی ہے اور یہ اچھی عادات کو اپنانے کے لیے تیار تھے جیسا کہ وہ اپنی پہلی فطری حالت میں تھے اور بڑے رسم و رواج اور عادات سے دور ہو گئے جنہوں نے ان کی روح پر

اثرات چھوڑے :

”ہر بچہ اچھی حالت میں پیدا کیا جاتا ہے، جیسا کہ اوپر دیئے گئے حوالے میں بتلایا گیا ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ ایمان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون میں مضبوط محرک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخوت و بھائی چارہ اور نظریاتی ربط و ضبط قطع نظر زندگی، نسل آسانی لسانی اور ثقافتی رکاوٹوں کے جذباتی لگاؤٹ نظریاتی کشش اور وابستگی کی جبلت دو تازہ احساسات کو جنم دیتی ہے جنہیں اسلامی تاریخ میں دیکھا چنداں شکل نہیں مسلمانوں کی طرف سے سندھ میں راجہ داسہر کی حکومت کے خلاف تشدد کچھ مسلمانوں کی جانب سے درخواست کا نتیجہ تھا۔ مسلمان فوج نے مساعد حالات کے باوجود چند مسلمان بھائیوں کی اپیل پر لبیک کرتے ہوئے اتنا طویل راستہ طے کیا لیکن بہر کیف عصر حاضر کی قوم اور مذہبی امہ میں گہرا فرق ہے۔ ایک قوم مختلف افراد کے گرد ہوں کا مرکب ہوتی ہے مگر اس ملاپ کے پس پردہ محرک قوت ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔ اگرچہ اور بھی کئی پیچیدہ عوامل ہوتے ہیں کئی خصوصیات ہوتی ہیں لیکن اہم معیار ہی بات ہوتی ہے لیکن مذہبی امہ اس سے بالاتر ہوتی ہے۔ مسلم امہ کی تشکیل اور استحکام میں مدد دینے والے عوامل اسلام کی یہ خصوصیات ہیں۔ اس کا انسانی کردار تمام غرباء اور اسرا عرانا، غلام مرد اور عورت کی برابری پر اس کا زور ہے۔ ان کی نسل رنگ، زبان، ملک اور ثقافت کی تشخیص کے بغیر یہ بھائی چارے پر زور دیتا ہے اور اس سے فرد کی آزادی کی ضمانت ملتی ہے۔ اسلامی نوع میں ان خصوصیات کی شمع کی علم بردار تھیں۔ انہوں نے برداشت اور صبر و استقامت کے مادے کو پھیلا دیا اور تعلیم و تحقیق کی محبت کو عام کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی سیاسی کمزوری کے ادوار میں وہ ظلم و ستم اور مذہب کے برداشت نہ کیے جانے کا نشانہ بنے۔

ورثے سے محبت اور اپنی تاریخ پر فخر بھی امہ میں ڈھلنے کے ایک عوامل میں شامل ہیں۔ یہ تمام عوامل مذہبی تعلیمات سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک، قوت کے طور پر اطلاع دار فتح اسلام سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان میں مسلمانوں کے لیے سب سے اہم امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کا احترام ہے۔ آپ کے توسط سے امت پر تمام رحمتیں نازل ہوئیں۔ اس محبت اور احترام کی شدت کا منظر حقیقت بھی ہے کہ رسول کی زندگی کے تمام گوشے محفوظ کر لیے گئے ہیں اور سیرت النبیؐ پر سبازوں کتب لکھی گئی ہیں مسلمان قرآن کو ماننے کے بھی پابند ہیں اور سنت کو بھی۔ انہوں نے ادنیٰ ترین سمیت پیغمبرؐ کی زندگی کا ایک، ایک واقعہ محفوظ کر لیا ہے۔ آپ کی اطاعت کرنا آپ سے محبت کرنا ہے۔ آپ سے جذباتی اور حسی لگاؤ کے باعث محبت، اطاعت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

ختم نبوت تمام مسلمانوں کا جزو ایمان ہے جو مسلمان رسولؐ سے بے ناہ محبت، ختم نبوت کے عقیدہ کے باعث اُمّت کی تشکیل میں انتہائی اہم عنصر ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے اُمّت میں اخوت کا شعور اور اس کی وحدت اسے ترقی میں مدد دیتی ہے۔ یہ اور جذباتی لگاؤ انتشار کے تمام محرکات کی مزاحمت کرتے ہیں۔ یہیں ختم نبوت کے دعویٰ کی بھی اس لیے شدت سے حمایت کی گئی تاکہ ایمان کے چشموں کو خالص رکھا جاسکے چنانچہ اسلام اور ختم نبوت کے درمیان کسی بھی قسم کی بے جا مداخلت پردہ آزرہ ہوتے ہیں۔

قادیانی مسلم اُمّت کا حصہ نہیں ہیں۔ یہ بات خود ان کے حال چلن سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ ان کے خیال میں تمام مسلمان کافر ہیں انہوں نے ایک الگ اُمّت کی تشکیل کی مسلمان انہیں مسلم اُمّت کی حدود سے باہر تصور کرتے ہیں اور حیرت انگیز طور پر وہ بھی مسلمانوں کو اس اُمّت کی حدود سے باہر سمجھتے ہیں یہ بالکل واضح ہے کہ وہ دونوں ایک ہی اُمّت سے تعلق نہیں رکھتے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلم اُمّت کے ارکان کون ہیں؟ اس کو برطانوی بھارت میں کسی فورم کے نہ ہونے کے باعث تو غیر حل چھوڑا جاسکتا تھا لیکن اسلامی ریاست میں جہاں اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے مجاز ادارے موجود ہیں۔ یہ کوئی مشکل صورتحال پیدا نہیں کرتا۔ قانون اور اس کے ساتھ ساتھ دفعتی شریعت کورٹ اس پر فیصلہ دینے کے مجاز ہیں۔ قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان یہ تفریق اور قطعی جدا گانہ حیثیت مرزا صاحب اور ان کے سرکاروں کی تحریروں کے سبب ہوئی۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب ”الوار خلافت“ میں اس مسئلے پر مفصل روشنی ڈالی ہے اور ان وجوہ کی وضاحت کی ہے کہ کیوں قادیانی ایک غیر قادیانی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ غیر قادیانیوں کی نماز حجازہ نہیں پڑھ سکتے اور ان میں اپنی بیٹیاں شادی کے لیے نہیں دے سکتے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ قادیانیوں کے مطابق غیر قادیانی کافر ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود نے ایک قصہ لکھا کہ ان کی ملاقات لکھنؤ میں ایک مذہبی عالم سے ہوئی۔ انہوں نے شیخ یعقوب علی کو جو اس وقت ان کے ساتھ تھے بتایا کہ ان کے خیال میں قادیانی کھلے دل کے لوگ ہیں مگر ان کے دشمنوں کا پراپیگنڈہ ہے کہ ان راہدلوں کے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے قادیانیوں کو نصیحت کی کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں جب بھی مذہب کا معاملہ ہو وہ (قادیانی) اپنے آپ کو یک جان کی صورت میں الگ کر لیں۔ (الوار خلافت ۹۲-۹۰)

”کلمۃ الفیصل“ میں کہا گیا ہے کہ ”یسع موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو رسولؐ نے عیسائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ ہماری نمازیں غیر احمدیوں سے الگ ہیں۔ ان میں شادی کی ممانعت کر دی



گئی تھی۔ پھر مسلمانوں کے ساتھ گھلنے ملنے کی کوئی بھی بات نہیں رہ جاتی۔ تعلقات دو طرفہ کے ہوتے ہیں ایک دنیوی اور مذہبی۔ مذہبی تعلقات اس وقت استوار ہوتے ہیں جب تمام نماز کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں جبکہ دنیوی تعلقات کا اہم ماخذ باہم شادیاں ہیں۔ ان دونوں کی ہمارے لیے قطعی مانعت کر دی گئی ہے (صفحہ نمبر ۱۶۹)

آئین صداقت میں مرزا بشیر احمد مبینہ الہام کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ جس نے بھی مسیح موعود کے لیے جھوٹے کا ایک لفظ بھی استعمال کیا وہ اللہ کی طرف سے مردود ٹھہرا۔ اس کے بعد احمدیوں پر زور دیتے ہیں کہ وہ اپنی جداگانہ علامتیں ترک نہ کریں کیونکہ وہ ایک سچے نبی پر اعتقاد رکھتے ہیں جس پر ان کے مخالف ایمان نہیں رکھتے۔ مرزا صاحب کے دور میں یہ تجویز تیار کی گئی تھی کہ احمدی اور غیر احمدی دونوں (اسلام) کی اشاعت کریں مگر مرزا صاحب سائل ہوتے کہ کون سے اسلام کو تم پھیلاؤ گے؟ کیا تم وہ نشانیاں اور علامتیں مخفی رکھو گے جو تمہیں خدا نے عطا کی ہیں؟ قادیانیوں کا یہ نقطہ نظر تعجب خیز نہیں کیونکہ ایک عالمی عمل کے مطابق ایک مذہب کے ارکان دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو کافر یا ملحد تصور کرتے ہیں۔ اپنے مذہب کی حدود سے باہر سمجھتے ہیں۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں اور مگوں (MAGIANS) کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ یہ بات نہ صرف مذہبی گروہوں پر صادق آتی ہے بلکہ کیونسٹوں اور سوشلسٹوں جیسے سیکولر گروہوں پر بھی صادق آتی ہے۔ مختلف بیوں کی امتوں کے ارکان نے جو اصول اپنایا، اس کے مطابق اس کے نبی پر اعتقاد نہ رکھنے والا اس گروہ سے باہر ٹھہرایا کافر ٹھہرا چنانچہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کے بعد یہ ضروری ہوا کہ جو بھی ان کو جھوٹا نبی یا بہرہ ویا بھتا ہے یا اعتقاد نہیں رکھتا اس کی آمد میں شال نہیں یا اس گروہ میں شال نہیں جو احمدیوں کے نام سے موسوم ہے۔ بائبل اور شادیل کے بارے میں احکامات مرزا صاحب کے ہیں ان کے کسی اور پیروکار کے نہیں تھی کہ اپنے دعویٰ نبوت سے قبل بھی وہ رقم طراز تھے۔۔۔ جو بھی میری تقلید نہیں کرتا۔ وہ ہماری بیعت میں سے نہیں۔ مخالفت کرنے والا خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کا گھر دوزخ میں ہے۔ تذکرہ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳

مرزا صاحب کے ۱۶ جون ۱۸۹۹ء کو الہی بخش کے نام لکھے گئے خطوط سے آتیاں (حالانکہ قبل ازیں مرزا صاحب یہ ضابطہ تحریر میں لائے تھے کہ مسیح موعود پر اعتقاد رکھنا جزو ایمان نہیں۔ دیکھئے حقیقت اولی (صفحہ ۱۸۰-۱۷۹) جس میں انہوں نے کفر کی دو قسمیں قرار دی ہیں اول جب فرد اسلام کی صداقت سے منکر ہوتا ہے اور رسول کو خدا کا پیغمبر تسلیم نہیں کرتا دوم وہ مسیح موعود پر اعتقاد نہیں رکھتا اور بڑی دلیلوں کے باوجود اسے جھوٹا سمجھتا ہے اگرچہ اس پر اعتقاد لانے کے لیے خدا اور اس کے پیغمبر کی

نشانیوں موجود ہیں، جو پہلے آنے والے بیوں کی الہامی کتابوں میں بھی موجود ہیں لہذا مرزا صاحب کی اہانت  
 ذکر کرنے والا کافر ٹھہرا کیونکہ وہ خدا اور اپنے پیغمبر کے احکامات سے منکر ہوا۔ بغور جائزہ لینے پر کفر کی دونوں  
 اشکال یکساں معلوم ہوں گی کیونکہ جب کوئی شخص ہدایات کا علم ہونے کے باوجود بھی خدا اور اس کے پیغمبر  
 پر ایمان لانے میں ناکام ہو جائے تو اس کو خدا اور اس کے رسول کا اطاعت گزار قرار نہیں دیا جاسکتا۔  
 ایک آیت قرآنی اس کے لیے مخصوص کی گئی جس کے مطابق کم علمی کی بنیاد پر اعتقاد نہ رکھنے والا بھی کافر  
 ہے ہم اسے کافر احکام شرعیہ کی نافرمانی کے باعث بھی کہتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں مرزا صاحب "حقیقت الہی" (صفحہ ۱۶۳) پر رقم طراز ہیں: "اگر  
 جھٹلانے والے کے خیال میں میں نے خدا کے حضور جھوٹ بولا ہے تو میں محض کافر نہیں بلکہ بہت بڑا  
 کافر ٹھہرا اور اگر میں نے جھوٹ نہیں بولا تو کفر کا ذمہ دار بیشک وہ خود ٹھہرے گا.... (نفسہ مرزا  
 صاحب).... علاوہ ازیں مجھ پر اعتقاد نہ رکھنے والے خدا اور اس کے پیغمبر پر بھی اعتقاد نہیں رکھتے۔"  
 مسٹر مجیب الرحمن نے مسٹر ریاض الحسن گیلانی کے ان دلائل کو ایک خاص دور تک محدود قرار  
 دیتے ہوئے کہا: غیر اسلامیوں کو کافر قرار دینے کا یہ تصور صرف سائلہ تک رائج رہا چنانچہ اس غرض  
 غایت سے دیئے گئے تمام دلائل بھی اسی دور کے ہیں۔ انہوں نے دلیل دی کہ مرزا بشیر احمد احمدیوں کے امام  
 یا خلیفہ نہ تھے وہ محض ترجمان تھے لیکن انہی مرزا بشیر احمد کے بارے میں وہ منیر انکوائری رپورٹ کے روبرو  
 یہ کہہ چکے ہیں کہ انہوں نے غیر احمدیوں کو اس لحاظ سے لاندہب نہیں کہا کہ وہ مسلم امہ میں شامل ہیں، دوسرے  
 لفظوں میں ان کافر کوئی بڑا کافر نہیں۔ عدم استحکام کے اس دور میں جب پاکستان میں احتجاجی تحریک  
 عروج پر تھی مرزا بشیر احمد کی وضاحتیں لسانی کے سوا کچھ نہیں جیسا کہ خود مرزا صاحب نے کئی مرتبہ  
 تسلیم کیا ہے جس کی وضاحت صراحت سے کی جا چکی ہے کہ ایسا شخص کافر ہے کیونکہ اس کو خدا  
 اور رسول پر ایمان نہ لانے والا سمجھا جائے گا۔ مسلم امہ میں عدم شمولیت کی اس سے بہتر کوئی دلیل نہیں  
 دی جاسکتی۔ مرزا صاحب اپنے مسلمان مخالفوں کو کفر کا لیدر کہتے تھے (تذکرہ صفحہ ۲۷۳-۱۱۱)

۱۹۰۶ء کو ڈاکٹر عبدالحکیم کو لکھے گئے ایک خط میں وہ لکھتا ہے۔

"خدا نے مجھ پر الہام بھیجا ہے کہ وہ ہر شخص جس تک میرا پیغام پہنچا تو ہے مگر وہ اس پر ایمان  
 نہیں لایا، مسلمان نہیں (تذکرہ صفحہ ۶۰۰) مرزا بشیر احمد نے غیر احمدیوں کو عیسائی کے برابر قرار دیا ہے۔  
 شیخ نور محمد نے مرزا صاحب سے کہا کہ وہ جماعت (جماعت احمدیہ) سے ان کا استغنے قبول کر لیں جو اب مرزا  
 بشیر احمد بولے.... بتاؤ شیخ نور محمد کہ یہ صرف جماعت سے علیحدگی ہی نہیں بلکہ اسلام سے بھی قابل

تقریر ہے (سیرت ہمدی جلد سوم صفحہ ۴۹) یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ سر ظفر اللہ خان سابق وزیر خارجہ پاکستان نے قائد اعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ بمطابق ۸ فروری ۱۹۵۰ء کے زمیندار کے مولانا محمد اسحاق خطیب جامع مسجد ایٹ آباد نے سر ظفر اللہ سے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا سبب پوچھا ان کا جواب تھا کہ "... میں قائد اعظم کو صرف ایک سیاسی رہنما سمجھتا ہوں۔ ... جب ان سے یہ ریت کیا گیا کہ آیا وہ مسلمانوں کو بھی مرزا صاحب پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے کانفر سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ کامیابی میں وزیر ہیں، سر ظفر اللہ گویا سونے کے آپ مجھے کانفر حکومت کا مسلمان ملازم یا مسلمانوں کی حکومت کا کانفر ملازم سمجھ سکتے ہیں۔

مجیب الرحمن سر ظفر اللہ کی اس پوزیشن سے اختلاف نہ کر سکے چنانچہ جیسا کہ سر ظفر اللہ خان کی باتوں سے بھی ظاہر ہوتا ہے یہ بات کسی شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ یا تو پاکستانی عوام کی اکثریت کانفر ہے یا تادیبانی کانفر جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے اور یوں ایک امر کے رکن نہیں بن سکتے۔ دونوں میں مشترک نکتہ کوئی نہیں کیونکہ مسلمانوں کا ختم نبوت پر اعتقاد ہے۔ اس کے برعکس تادیبانی کانفر کے نزدیک مرزا صاحب ایک نئے نبی ہیں، تادیبانی مسلم امر کے استحکام کے لیے خطرہ بن چکے ہیں اور انتشار دلانے والی قوتوں کی رہنمائی کر رہے ہیں یہاں مسلم معاشرہ جیسا کہ کہا گیا ہے یہ مسلم امر ختم نبوت کے نظریہ کی بنیاد پر محفوظ ہے (حوالہ تھائلس اینڈ انفیکشن آف اقبال (۲۴۱) انہوں نے مزید کہا:

بہر حال اگر امت کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو جائے تو امت کے لیے واحد راستہ یہ رہ جاتا ہے کہ وہ انتشار دلانے والی قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کریں اپنی حفاظت آپ کا طریقہ کار کیا ہے؟ متنازعہ تحاریر اور دعوتوں کی تردید اس آدمی کی جانب سے جس کو ماخذ امت مذہبی ہم جو سمجھتی ہے پھر کیا ماخذ امت کو برداشت کی تلقین کرنا جائز ہوگا جبکہ اس کی اپنی سالمیت خطرے میں پڑ جائے اور بائی گروہ کو اجازت دے دی جائے کہ وہ بے خون کے ساتھ اپنا دشنام انگریز پراپیگنڈہ جاری رکھے۔ (ایضاً صفحہ ۲۵۲)

برطانوی نوآبادیاتی اور سامراجی حکومت کے لیے مرزا صاحب کی وفاداری محبت بھی مثالی ہے۔ تقریباً اپنی ہر کتاب میں کچھ نہ کچھ صفحات وہ ضرور برطانوی حکومت کی مدح سرائی کے لیے مخصوص کرتے ہیں۔ اس کے سپرد کار بھی انہی نقش پر ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) کچھ اہم افراد یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا موجودہ حکومت کے خلاف جہاد میں لڑنا درست ہے کہ نہیں؟ ایسے افراد کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ان کا یہ سوال حماقت کی انتہا ہے۔ ایک عظیم محسن

کے خلاف کیسے جہاد کر سکتے ہیں؟ جس کا احسان ایک فرض بن گیا ہے میں نے سچائی کا اظہار کر دیا ہے  
مستوں کے خلاف ایسا برا سوچنا حرامی اور بد ذات کا کام ہے۔ میرے اعتقاد کے مطابق جس کا میں  
اظہار کرتا رہتا ہوں۔ اسلام دو حصوں پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ فرد کو خدا کی اطاعت کرنا چاہیے اور دوسرے  
حکومت کی جو ہمیں (امن و چین) کی ضمانت دیتی ہے اور ہمیں دشمنوں سے محفوظ کرتی ہے۔ (شہادت القرآن  
تاریخ طباعت ۱۸۹۳ء صفحہ ۲)

(ب) دانش مندیوں وہ جہانک طرف میری تحریروں کو مذہب کے لیے مفید گردانتے ہیں  
اور دوسری طرف میری نصیحت سنتے ہیں یعنی اس حکومت کے ساتھ مکمل دل و جان سے وفاداری  
کرنا چاہیے اور اس کے لیے بہتری اور بھلائی کی تمنا کرنی چاہیے۔ ایسے لوگ مجھ پر بد اعتمادی کا اظہار نہیں  
کر سکتے اور وہ ایسا کریں بھی کیوں۔۔۔۔۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلمان ایک مقدس اور نبوتی نظام کے  
اطاعت گزار ہیں اور ان کو اس حکومت کا بھی وفادار ہونا چاہیے وہ جس کی رعایا ہیں میں نے ان مذہبی  
احکامات کی اپنی کتب میں بڑی صراحت سے وضاحت کی ہے۔ اب حکومت بخوبی اس امر کو جان سکتی  
ہے کہ میرے باپ کس حد تک اس حکومت کے خیر خواہ تھے، میرے بھائی بھی ان کے نقش قدم پر چلے  
اور میں بھی بزور قلم (موجودہ حکومت کی) ۱۹ برس سے خدمت کر رہا ہوں۔ (ملاحظہ فرمائیں) (کشف اٹھانا)  
خاص اشاعت ۱۸۹۸ء صفحہ نمبر ۱۰)

(ج) اور میں نے یہ بھی قطعی واضح کر دیا ہے کہ بیعت کے حلف کی شرائط میں دفعہ چار کمی مطابق  
ان پر لازم ہے کہ وہ برطانوی حکومت کے خیر خواہ رہیں۔ انسانیت کے لیے سچے جذبات کا اظہار کریں اور  
دشمنوں کے لیے اشتعال انگیز حربوں سے اجتناب کریں۔ وہ اپنے آپ کو زبردانہ اور نیکی کا نمونہ بنا  
کر پیش کریں اور برائی اور فسق و فجور سے دور رہیں (کتاب البریٹن اس اشاعت ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۲)  
(د) ڈپٹی کمشنر نے احکامات کا اجرا کیا ہے کہ اگر احمدیوں کے لیے ذرا بھی مشکل پیدا ہوتی ہے  
تو قانون کے تحت تمام مسلمان لیڈروں کو ملک بدر کر دیا جائے۔ اسی قسم کے قانون کی توقع اسی شخص سے کی  
جاسکتی ہے جو پوری انسانیت کی خیر خواہی چاہے۔ حکومت نے حالیہ اقدامات تمہارے مالا باری بھائیوں  
کے لیے بھی اٹھائے ہیں اور اگر کوئی کبھی کسی کے بھائی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، پس ہمیں اپنی حکومت کا  
شکور ہونا چاہیے کیونکہ مالا باری احمدی ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارا ایک مبلغ برطانیہ گیا۔ وہاں کے غیر احمدیوں  
نے اسے لیکچر دینے کے لیے جگہ فراہم نہ کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ اس نے حکومت سے رجوع کیا اور  
گورنمنٹ ہال کی الاٹمنٹ کے لیے درخواست گزاری۔ گورنر نے ہفتے میں تین دن لیکچر کے لیے مخصوص



کر دیئے یعنی نصف ہفتہ ہمارے مبلغ کے لیے مخصوص کر دیا اور نصف ہفتہ اپنے لیے (الوازلہ منت  
از بشیر الدین احمد صفحہ ۹۶)

(ج) کتاب البریہ کے صفحات اور آٹھ پرانے کتب کے نام، ضخامت، تاریخ طباعت وغیرہ  
درج ہے جن میں مرزا صاحب نے برطانوی حکومت کی مدد سرائی کی ہے۔ مرزا بشیر احمد نے ۲۲ کتب  
اور مفلٹ کے حوالے دیئے ہیں جن میں برطانوی حکومت کو بے حد داد تحسین کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے  
ایسے صفحات کی تعداد اس کی وفات سے کم از کم اربوں قبل بھی درجوں میں تھی۔

مسٹر ریاض الحسن گیلانی نے کہا ان چند مثالوں کے ساتھ برطانوی حکومت کے لیے مرزا صاحب  
کی سچی وفاداری بے مقصد اور بے وجہ نہ تھی۔ اس نے اپنے پیروکاروں کے لیے اسے جزو ایمان بنا  
دیا تھا۔ اپنی بیعت کے حلف کا حصہ قرار دے دیا تھا۔ اسی کے پیش نظر مرزا صاحب نے جہاد پر بھی  
پابندی لگا دی تھی جس کے لیے قرآن پاک میں خصوصی احکامات موجود ہیں۔ مرزا صاحب بادشاہ سے بھی  
بڑھ کر بادشاہ کے وفادار تھے کیونکہ احمدیہ تحریک کو انگریزوں کی ایشیر باد حاصل تھی۔ یہ ان کے اشارے  
پر اور ان کے زیر سایہ شروع کی گئی تھی کیونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آدھی کے بعد انگریزوں کا مفاد  
مسلم امہ میں نفاق و انتشار ڈالنے میں تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اسلام میں سے ایک نیا  
مذہب تشکیل دینا چاہتے تھے معزز کونسل نے مرزا صاحب کی طرف سے جہاد کی تیغ کی مخالفت کی  
کیونکہ یہ قرآن کی نفی کرتی ہے۔ اپنے اس نکتے کی وضاحت کے لیے انہوں نے مرزا صاحب کی تحریریں  
کے حوالے دیئے اور چند مندرجہ ذیل مثالیں دیں۔

۱۔ اے لوگو! اب جہاد کے نظریہ کو ترک کر دو تو تم کے لیے اب ممنوع قرار دے دیا گیا ہے  
کہ وہ جنگ و جدل اور قتل میں ملوث ہو۔ اب مسیح کا ظہور ہوا ہے اور اب وہی مذہبی رہنما ہے یہ تمام  
مذہبی جنگوں کے خاتمے کا وقت ہے جنت سے آنے والی خدا کی روشنی کے مطابق اب جہاد اور  
جنگ کے فیصلے الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔ جہاد میں حصہ لینے والا خدا کا دشمن ہوگا اور  
نبی سے انکاری ہوگا۔ جو جہاد پر اعتماد رکھتا ہے (دیکھئے تحفہ کوکر ٹیپ سن اشاعت ۱۹۰۲ء صفحہ نمبر ۱۲)  
مرزا صاحب کی ایک نظم)

۲۔ مسیح موعود کی طرف سے اس صلیب کے ٹوٹنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عیسائیوں کی طرف  
سے لٹکانی جانے والی لکڑی کی صلیب مسیح موعود توڑ دیں گے۔۔۔ بلکہ یہ ایک اور سچائی کی غماز ہے  
جس کی ہم تبلیغ کر رہے ہیں ہم دو لوگ انداز میں کہتے ہیں کہ جہاد منسوخ ہو چکا ہے اور چونکہ یہ (امن

تاکم کرنا) مسیح موعود کی ذمہ داری سے چنانچہ اب یہ ان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جنگ سے چسپ چنانچہ اب ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ہم جہاد کی تسخیر کا فیصلہ دے دیں لہذا ہم اسے ممنوع قرار دیتے ہیں اور اب مذہب کے نام پر تلوار چلانا یا ہتھیار اٹھانا بدترین گناہ ہے (ملفوظات جلد چہارم سن اشاعت ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۸)

۲۔ مسیح موعود کے دور میں جہاد کی ہدایت منسوخ کر دی گئی (RBIAN جلد چہارم سن اشاعت ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۵)

۲۔ میرے اعتقادات اور رہنما اصولوں میں جنگ یا تشدد نام کی کوئی شے موجود نہیں مجھے یقین ہے کہ مجھے ماننے والوں کی تعداد میں اضافے کے ساتھ ساتھ جہاد پر اعتقاد رکھنے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی جائے گی کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی کے طور پر ماننا جہاد کی نفی ہے (مجموعہ اشتہار جلد سوم ۱۹۰۸ء - ۱۸۹۸ء صفحہ نمبر ۱۹)

اس قسم کے اقتباسات کے حوالے دینا ضروری نہیں جو لاتعداد ہیں۔  
مشرع مجیب الرحمن نے دلیل دی کہ ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں مرزا صاحب ہی وہ واحد شخصیت نہ تھے جنہوں نے انگریزوں کی حمایت کی بلکہ ملک میں موجود علماء اور دانشوروں کی ایک تعداد نے سامراجی اقتدار کے حق میں کچھ نہ کچھ لکھا۔

مشرع مجیب الرحمن کے پیش کردہ اقتباسات سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے کرام نے جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے کئی عوامل کو پیش نظر رکھا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مسلمان اطاعت گزار تھے مگر انہیں مذہبی آزادی تو حاصل ہے اور ان پر ان کے عائلی قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ کچھ اور علمائے کرام کے نزدیک جہاد کی اجازت نہیں کیونکہ نہ تو امام ہے جو رہنمائی کرے اور نہ ہتھیار ہی لڑنے کے لیے یعنی جہاد میں کامیابی ناممکن ہونا ان آراء کا ایک سبب تھا یہ مسئلہ اتنا سادہ نہیں جیسا کہ مشرع مجیب الرحمن نے پیش کیا ہے۔ تیختے کی وضاحت سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ یضاع الحرب کا اصول یعنی مسیح موعود کے حوالے سے جنگ کے خاتمے کا واحد مطلب یہ تھا کہ عیسائی دشمن صلیب کو ٹوٹنے سوروں کو ہلاک کرنے سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو جائے گا اور دنیا میں کوئی بھی بداعتقاد نہیں رہے گا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کافر حکومت کی مزاحمت نہیں کی جائے گی۔ یضاع الحرب کے اصول کا اطلاق ان تمام صورتوں پر نہیں ہوا جو اس دور میں موجود تھیں۔ جب مرزا صاحب نے جہاد کے بارے میں قرآنی ہدایت کی تفسیر کی اور اسے ختم کر دیا۔ یہ بھی درست نہیں کہ انہوں نے جہاد کو ایک وحدت کے لیے معطل کر دیا تھا۔

مندرجہ بالا اقتباسات اس دلیل کی نفی کرتے ہیں۔ مسیح موعود کے ظہور کے موقع پر جہاد کو ختم کرنے والی حدیث جہاد کو کلیتاً ختم کرتی ہے۔ جہاد کے منسوخ کے بارے میں اس پر انحصار اس بات کی نفی کرتا ہے کہ منسوخی کی ہدایت عارضی نوعیت کی تھی۔

ان تمام معاملات کو اسی دور میں پنجاب کی سیاسی صورتحال کے پس منظر میں دیکھنا ہوگا۔ یہ وہ وقت تھا جب فیوڈل اور زمیندار طبقہ ٹوڈی طبقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا جو برسر اقتدار طاقت کی خوشیاں میں کسی بھی حد تک جاسکتے تھے وہ انگریز پر تکیہ کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ مرزا صاحب کی تحریریں اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ان کے خاندان بشمول اس کے بھائی کے اور خود اس نے برطانویوں کے لیے کئی فادائی جاری رکھی وہ تحریریں جن میں اس نے انگریزوں کی مدح سرائی کی ہے بے مقصد نہیں ہیں ایک مقصد تو مندرجہ بالا اقتباس سے عیاں ہو جاتا ہے کہ احمدی انگریزوں کے زیر سایہ تھے۔ مارٹینیس کے بارے میں اقتباس اس امر کا غماز ہے کہ وہ اس حکومت کے چہیتے تھے کیونکہ ایک احمدی مبلغ کی جانب سے احمد ازم کا پرچار کر کے مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کے باوجود مارٹینیس کی حکومت نے تین دن کے لیے گورنمنٹ ہل کے استعمال کی اجازت دے دی تاکہ وہ مبلغ احمد ازم کا پرچار کر سکے۔ مرزا صاحب کی طرف سے انگریزوں کی حمایت خوشامد اور چالپوسی کی حدود سے بھی بڑھ چکی تھی چنانچہ عوام کے ذہنوں میں بجا بلو پر یہ شک و شبہ نمودار ہو سکتا ہے کہ یا تو مرزا صاحب مسلم امت میں انتشار ڈالنے کے لیے اس وقت کی حکومت کا دیا ہوا کردار ادا کر رہے ہیں تاکہ انہیں دائمی غلامی کا عیب لگا سکیں۔ یا وہ ایسا ان سے مفاد حاصل کرنے کے بعد کر رہے ہیں۔ یہ دلیل کہ دوسرے علمائے بھی ایسی ہی راتے دی تھی مناسب نہیں کیونکہ یہ حکومت وقت کی حمایت میں دو ٹوک راتے یا مفید نہ تھا بلکہ آزادی کی طرف ایک مسلسل عمل کا حصہ تھی۔ اس کو محض حسن اتفاق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مرزا صاحب نے دعویٰ مجدد، مسیح موعود، جہدی اور نبوت کیا اور برطانوی حکومت کی مدح سرائی کی اور ایران میں ۱۳۰۱ء کے قریب قریب اور اس کے بعد مرزا علی محمد باب بانی بابی مذہب اور حسین علی (ہباء اللہ) بانی مذہب کے بانی نے روسیوں کی مدح سرائی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہباء اللہ نے برطانوی حکومت کی بھی مدح سرائی کی تھی اور دونوں نے ہی جہاد کو منسوخ کر دیا تھا۔ درحقیقت ہباء اللہ نے بھی مرزا صاحب کی طرز پر ہی جہاد کے خلاف حکم دیا تھا۔ اس نکتے پر بحث کے اختتام پر یہ مناسب ہوگا کہ علامہ اقبالؒ کے خیالات اور منظر سے اقتباس دیے جائیں۔

”کیا اسلام میں تصور خلافت مذہبی اداروں کو ٹھوس شکل دیتا ہے؟“

ہندوستانی مسلمان اور اسی طرح ترک سلطنت سے باہر تمام مسلمان کس طرح ترک خلافت کا ہتھکڑے ہو سکتے ہیں؟ آیا ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ اسلام کے نظریہ جہاد کے حقیقی معنی کیا ہیں۔  
 » تم میں سے « کی آیت کے کیا معنی ہیں جو آیت » خدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور حکام کی اطاعت کرو کی ہدایت کرتی ہے، کیا اس کا مطلب ہے حکمران تم میں سے؟ امام مہدی کے ظہور کی پیش گوئی کرنے والے رسول کی سنت کیا ہے؟ یہ اور اس کے بعد اٹھنے والے کچھ اور سوالات کی واضح وجوہ ہیں۔ صرف بھارتی مسلمانوں کے لیے سوالات اٹھتے ہیں۔ یورپی سامراجیت جو اس دور میں اسلام میں تیزی سے نفوذ کر رہی تھی ان میں گہری دلچسپی رکھتی تھی ان سوالات سے اٹھنے والی بحثوں نے ہندوستان میں اسلامی تاریخ کا ایک دلچسپ باب رقم کیا۔ داستان خاصی طویل ہے اور تاحال کسی مؤثر فلم کی تقاضی ہے۔ مسلمان سیاستدان جن کی نگاہیں بڑی حد تک حالات کی تحقیقوں پر مرکوز ہیں۔ غلام کے ایک حصے کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ دینیاتی دلائل کا راستہ اختیار کریں کیونکہ یہ راستہ ان کے خیال میں محل وقوع کے لحاظ سے مناسب تھا لیکن یہ کوئی آسان بات نہ تھی کہ محض منطق کے بل بوتے پر ان اعتقادات پر قابو پایا جائے جو صدیوں سے ہندوستانی مسلمانوں کے شعور میں نچتے تھے۔ اس قسم کے حالات میں منطق یا تو سیاسی مصلحت کو کسی کی آہ اختیار کرتی ہے یا پھر رسوم و رواج کا دھارا ہی بدل دیتی ہے۔ دونوں صورتوں میں دلائل عوام کو متاثر کرنے میں ناکام رہیں گے۔ اسلام کو ماننے والے اکثر مذہبی افراد کو صرف ایک بات ٹھوس صورت میں متاثر کر سکتی ہے وہ ہے مقدس اقدار اعلیٰ قدامت پرستانہ اعتقادات کو مؤثر طور پر چڑے سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ سیاسی لحاظ سے مناسب دھارے پڑھنے کے لیے الہامی بنیادوں کو تلاش کیا جائے جس کے گرد مندرجہ بالا سوال گھومتے ہیں۔ یہ الہامی بنیادیں احمد انم نے فراہم کی ہیں اور احمدی خودیہ دعویٰ کرتے ہیں برطانوی سامراج کی بہت بڑی خدمت ہے جو انہوں نے کی۔

صفحہ ۳۱ پر وہ بحث سمیٹے ہوئے لکھتے ہیں۔

» جیسا کہ میں نے اوپر وضاحت کی ہے مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی تاریخ میں احمد انم کا کردار یہ ہے کہ وہ میاں کے موجودہ سیاسی تسلط کو الہامی جواز فراہم کرنا چاہتا ہے۔

درخواست دہندگان میں سے ایک مسٹر عجیب الرحمن تھے جنہوں نے مقدمہ لڑا، اپنے دلائل کے

یہ حسب ذیل نکات پیش کیے۔

۱۔ آرٹیکل ۲۰۳۔ ڈی کی گنجائش اور حد۔

۲۔ قرآن کو سمجھنے کے اصول



۳۔ قرآن کی روح

۴۔ مذہب کو ماننے اور اس پر چلنے کے حق کی دسترس

۵۔ اپنے مذہب کی تبلیغ کا حق

۶۔ پاکستان کے قیام سے پہلے اور پاکستان کے قیام کے وقت قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان

مختلف..... اثر جو انہیں مذہب کی مکمل آزادی کی ضمانت دیتا ہے جس میں مذہب کا پرچار بھی شامل

ہے۔

مسٹر مجیب الرحمن نے آرٹیکل ۲۰۳۔ ڈی کی اس گنجائش کے بارے میں دلیل دی ہے جن کا تعلق

مملکت کے اختیار اور وفاقی شرعی عدالت کو عطا کردہ اختیار کے حدود سے ہے۔ انہوں نے کہا ہے قرآن

اور سنت کے مطابق ایسے حکم کی تعمیل ضروری نہیں جس سے گناہ کے ارتکاب یا اللہ اور اس کے رسول کی

عدم اطاعت یا تعلق ہو وہی کی بنیاد مشہور حدیث ...

رگناہ میں کوئی فرمانبرداری نہیں) بخاری کتاب الاحکام جلد ۲، صفحات ۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۷۸

اور ایسی دوسری روایات پر ہے۔

ترجمہ آیت ... اے ایمان والو! اطاعت کرو، اللہ اور اس کے رسول کی اور اپنے میں سے

اولی الامر کی اور جب تم میں کسی بات پر تنازعہ ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول سے رجوع کرو مگر تم

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اچھا طریقہ ہے (۴-۵۹) انہوں نے کہا ہے اس

آیت کا تعلق حکمران اور رعایا کے درمیان جھگڑے سے ہے۔ ان کا کہنا ہے اس آیت اولی الامر سے

مراد ارباب اقتدار ہیں، علماء یا کوئی دوسرا مذہبی اسکالر نہیں جیسا کہ مذہبی اسکالر سمجھتے ہیں۔ انہوں نے مزید

کہا ہے کہ آرٹیکل ۲۰۳ ڈی میں حکمت یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداریوں اور مملکت سمیت

دوسرے لوگوں کے ساتھ وفاداریوں اور تصفیہ کے لیے نافذ کیا گیا ہے۔ پہلے مسئلہ کے لیے انہوں نے

متعدد کتب کا حوالہ دیا ہے، دوسرے نکتہ کے لیے انہوں نے عدالت کی توجہ خاص طور پر ترجمان القرآن

کی جلد ۱ صفحہ ۹۸ پر پیش کردہ خیال کی طرف مبذول کرائی کہ حکم میں جس جھگڑے کا ذکر کیا گیا ہے اس کا فیصلہ

کرنے کے لیے ایک ادارہ ہونا چاہیے۔ قرآن ۴-۵۹۔

اور اگر تم کو کسی امر میں تنازعہ پیش آئے تو اللہ اور اس کے رسول سے رجوع کرو۔

اور دلیل دی ہے کہ یہ عدالت ایسا ادارہ ہے۔ اولی الامر کی تادیل کرنے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ

دینے یا اس نکتہ پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو نکتہ اٹھایا گیا ہے وہ بے عیب ہے اور عدالت

۱۹۸۲ء کے مقدمہ نمبر ایس پی کے - ۲ میں ایسا قرار دے چکی ہے۔ اس مقدمہ کے فیصلہ میں کہا گیا تھا کہ ادلی الامر سے مراد ارباب اختیار میں جس میں مجلس قانون ساز، انتظامیہ اور عدلیہ کے ارکان شامل ہیں۔ آئین کے آرٹیکل ۲۰۳۔ ڈی میں کہا گیا عدالت کا کام یہ ہے کہ جو قوانین عدالت کے دائرہ اختیار میں آتے ہوں ان میں سے قرآن اور رسول پاک کی سنت کے منافی حصوں کو خارج کرے اس لیے یہ صحیح دکھائی دیتا ہے کہ اپنے آئینی اختیارات کی حد تک عدالت ایک ایسا ادارہ ہے جیسا کہ ترجمان القرآن کی جلد نمبر ۱ کے صفحہ ۹۸ پر تحریر ہے جو کسی قانون کی پیچیدگیوں اور قرآن و سنت کے احکام کے درمیان تنازعہ کا تصفیہ کر سکتا ہے۔ مسٹر مجیب الرحمن کی اس دلیل پر مشکل کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ دلیل بھی بے عیب ہے کہ گناہ میں کوئی فرماں بردار نہیں۔ یہ عدالت اس نکتہ کا پہلے ہی تفصیل کے ساتھ جائزہ لے چکی ہے۔ اسی طرح پریس اینڈ پبلسیشن آرڈیننس ۱۹۶۲ء اور سول سروسز ایکٹ آف پنجاب، سندھ، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اپنے حالیہ فیصلوں میں ایک مسلم مملکت کے قانون سازی کے اختیار کی گئی گنجائش کا بھی جائزہ لے چکی ہے۔ دوسرے نکتہ پر انہوں نے دلیل دی کہ قرآن اور سنت جسے پہلے ہی قانونی قرار دے چکے ہوں مملکت کے حکام انہیں غیر قانونی قرار نہیں دے سکتے اور اس کے لیے خاص آیت کا خیال رکھنا چاہیے۔ انہوں نے تقلید کو نظر انداز کرنے پر بھی زور دیا۔ یہ دراصل قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے متعلق پارلیمنٹ کے حق کو بالواسطہ طور پر چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ اس نکتہ کا مختصر جواب یہ ہے کہ جیسا کہ علامہ محمد اقبالؒ نے کہا۔ یہ ایک قانونی نکتہ پارلیمنٹ نے جو ایک قانون ساز ادارہ ہے اس کے آرٹیکل ۲۶۰ میں اعلان کرتے ہیں اپنے دائرہ اختیار کے اندر رہ کر کام کیا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ نے کہا یہ سوال کہ آیا کوئی شخص یا برادری کارکن رہی ہے یا نہیں خالصتاً قانونی سوال ہے اور اس کا اسلام کے اصول کے مطابق فیصلہ ہونا چاہیے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ ایسی ہی دلیل ذاتی عدالت کے کونسل شیخ غیاث محمد نے دی ہے۔ یہ عدالت سول سروسز پراونشل سول سروسز ایکٹس کا جائزہ لیتے وقت اس نکتہ اور اس کے دائرہ اختیار کی گنجائش کا پہلے ہی فیصلہ کر چکی ہے۔ یہ قرار دیا گیا ہے کہ عدالت کا اجتہاد صرف قرآن و سنت کے خاص احکام تک محدود نہیں۔ عدالت کسی قانون کی پیچیدگیوں کا جائزہ لیتے وقت ان اصولوں سے استفادہ کر سکتی ہے جو قرآن و سنت میں بیان کیے گئے ہیں۔ عدالت نے محمد راضی وغیرہ بنام ذاتی حکومت وغیرہ پی ای ڈی ۱۹۸۰ء ایف ایس سی میں بھی یہ قرار دیا کہ پبلک لاء میں وہ تقلید کے اصول کی پابند نہیں۔ مسٹر مجیب الرحمن کے خدشات دور کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ مسٹر مجیب الرحمن نے بھی قرآن کو سمجھنے کے اصولوں کا ذکر کیا ہے اور

کا کہنا ہے کہ قرآن کی تاویل صرف قرآن کی روشنی میں کی جائے کیونکہ یہ ہر معاملہ کے ساتھ مختلف طریقوں سے عہدہ برآ ہوتا ہے بکرا کا مقصد انسان کے حافظہ میں کسی موضوع کو زیادہ پختہ کرنا ہے بعض اوقات موضوع پر کسی جگہ مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے اور کسی اور جگہ زیادہ وضاحت کی جاتی ہے۔ انہوں نے قرآنی آیات کا حوالہ دیا ہے۔

ترجمہ: اور اس طرح ہم اپنی نشانیاں ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کہہ سکیں (محمدؐ سے) تم نے پڑھا ہے اور تاکہ ہم انسان لوگوں کے لیے واضح کر سکیں جو علم رکھتے ہیں (۶-۱۰۶)۔  
ترجمہ آیت: اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ظاہر کی ہیں ہر قسم کی مثالیں لیکن اکثر لوگ انکار کرتے ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں (۱۴-۸۹)۔  
اور ہم نے اس قرآن میں ظاہر کی ہیں (اپنی تمبیہات) تاکہ لوگ یاد رکھیں لیکن جنہیں زیادہ ہوتی مگر ان کا نفوذ (۱۴-۴۱)۔

ترجمہ: اور ہم نے ظاہر کر دی ہیں اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں لیکن انسان ہر چیز سے زیادہ بحث مباحثہ کرنے والا ہے۔ (۱۸-۵۴)۔

ان اصولوں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ اپنے دلیل کے دوران مسٹر محیب الرحمن ہماری توجہ قرآن پاک کی مختلف آیات مقدمہ کی طرف مبذول کرتے رہے ہیں جو ان کے مطابق وحی کی مد میں نہیں آتیں اور ان کے ساتھ عام سلوک ہونا چاہیے۔ انہوں نے جو دو سرا اصول پیش کیا ہے کسی آیت کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے نزول کی وجہ معلوم کی جائے اس سے کسی ایک کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے خواہ اس کے معنی محدود یا خاص کیوں نہ ہوں اس کے اطلاق میں عمومیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں فیصلہ کے دن تک دہنہما اصولوں کا اطلاق شامل رہا ہے۔ انہوں نے الاقان (جلد ایک صفحہ ۲۰ تا ۸۷) سے مدد لی ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ اگر قرآن حکیم میں رسنہائی نہ ہو تو رسول اکرمؐ کی سنت کو دیکھا جائے۔ آخری اصول یہ ہے کہ اگر سنت رسول بھی کوئی روشنی نہ ڈالتی ہو تو تاویل کے لیے رسنہائی حاصل کرنے کا اگلا ذریعہ... ہے (جو رسول اکرمؐ کے صحابیوں نے بتایا ہے) انہوں نے زور دیا کہ قرآن کی روح کو مناسب طریقہ سے سمجھا اور پیش نظر رکھا جائے۔

چوتھے نکتہ پر جس میں عقیدے کی آزادی اور اپنے مذہب پر چلنے کا حق حاصل ہے مسٹر محیب الرحمن نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

۱. کیا اسلام کسی غیر مسلم کو شہرہ یا توبہ کی عذت کرنے کا استحقاق دے جازت مرحمت

کرتا ہے؟

۲. کیا اسلام کسی غیر مسلم کو رسول پاک کو اپنے دشمنوں میں سے چاہنے کو تسلیم کرنے کا حق دے

اجازت دیتا ہے؟

۳. کیا اسلام کسی غیر مسلم کو یقین دیتا ہے کہ وہ قرآن کو ایک اچھے نظام حیات دینے والے

کے طور پر تسلیم کرے اور اسے قابل اعانت سمجھے؟

۴. کیا کسی غیر مسلم کو یہ اجازت ہے یا نہیں کہ اگر وہ چاہے تو قرآن پاک کے احکام پر عمل

کرسے؟

۵. اگر جواب نفی میں ہو تو قرآن اور سنت میں وہ حکم کہاں ہے جس سے اس نغمی کی تائید

حمایت ہوتی ہے؟

۶. قرآن اس شخص کے لیے کیا لائحہ عمل تجویز یا پسپا کرتا ہے جسے مسلمان نہ سمجھا جاتا ہو یا جسے

قرآن کی صداقت، خمد الرسول اللہ کی نبوت اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے معاملہ میں ایسا کوئی حق نہ ہو کہ

مسلمان اسے ایسا سمجھیں۔ قرآن ۲ : ۲۵۶ ، قرآن ۸ : ۲۹ ، قرآن ۱۰ : ۹۹ ، قرآن ۱۰-۱۸

قرآن ۲۶-۳ ، قرآن ۹-۱۰ ، قرآن ۹۱-۸ ، قرآن ۹۱-۹ کی آیات اور نامور مفسروں کی

تفسیروں پر انحصار کرتے ہوئے خلاصہ مطلب یوں پیش کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کے احکام کے مطابق

(۱) مذہب قبول کرنے پر کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔

(ب) رضا کارانہ طور پر اسے قبول کرنے کے خلاف کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔

(ج) کسی کو طاقت استعمال کر کے اسے مذہب سے نہیں نکالنا چاہیے۔

(د) جو کوئی اپنے مذہب پر کاربند نہ رہنا چاہتا ہو اسے ایسا کرنے سے روکنا نہیں چاہیے۔

انہوں نے درج ذیل آیات کا بھی حوالہ دیا۔

۱۶ - ۱۶ ، ۱۹ - ۲ ، ۲۵۶ - ۲ ، ۱۰۸ - ۶

۱۰ - ۹۹ ، ۱۰۸ - ۱۰ ، ۳ - ۲۶ ، ق - ۲۶ - ۳

۱۰ - ۹۰ ، ۹ - ۹۱ ، ۱۰ - ۹۱ ، ۲۹ - ۱۸

ق - ۱۰۹ - ۳ ، ق - ۱ - ۹ ، ۵ - ۱ اور ق - ۱۰۹ - ۶ آیات اس معاملہ پر بحث کو ختم کرتی ہیں اور ہر کسی کو

اپنے مذہب پر چھوڑتی ہیں۔ اس طرح ہے۔



اور میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو (۲ - ۱۰۹)

اور نہ تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں (۵ - ۱۰۹)

تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا (۶ - ۱۰۹)

۱۰۰ - ۱۰۱ پر تبصرہ کرتے ہوئے سید قطب نے لکھا ہے .. کہا جاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ساری باتیں

کو مجبور کرنا چاہتا ہو تو ایسا کر لیتا اور کسی کو اس کے برعکس کرنے کی اپنی مرضی کرنے کے لیے نہ چھوڑتا لیکن اس

کی حکمت جو تھوڑی بہت ہم جانتے ہیں یہ ہے کہ انسان کو اس معاملہ میں آزاد چھوڑ دیا کہ نیکی کرے یا بدی، راہ

راست پر رہے یا گمراہ رہے۔ عقیدہ ایک معاملہ ہے جس کی بنیاد صواب و بد پر ہے یہاں تک کہ رسول اکرم

محبی کسی کو اسے قبول کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتے تھے کیونکہ قلب یا ضمیر سے تعلق رکھنے والے معاملات

میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں (فی دلال القرآن حصہ دوم صفحہ ۱۸۸)

اسماعیل حقی کی تفسیر روح البیان (جلد ۴ صفحہ ۸۴) بھی اسی نوعیت کی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ

اللہ تعالیٰ کی حکمت نہیں کہ نبی نوع انسان کی تخلیق اس اصول پر کرے کہ کوئی مومن ہونا چاہیے۔ خدائی مصلحت

یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی مرضی سے ایمان لائے یا نہ لائے ... مزید کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا

کہ اس کا رسولؐ ایسا چاہتا ہے کہ ہر شخص ایمان لائے تو اس نے آیت نازل فرمائی اور اپنے رسول کے لوگوں کا

..... وہ اس کی (اللہ تعالیٰ) پر مرضی اور جوش کا عقیدہ معطل کر دیا اور رسول سے کہا تمہارے خالق کی یہ

ہرگز خواہش نہیں لیکن کیا تم چاہتے ہو کہ اس بات پر مجبور کرو جو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تمام لوگ ایمان

لائے والے ہو جائیں۔

تفسیر میں انکشافی کا نقطہ نظر بھی پیش کیا گیا ہے کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں آیت کے ذریعے

منسوخ کر دی گئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس کے لیے منسوخ نہیں کیا

گیا کہ عقیدہ کے معاملہ میں جبر درست نہیں کیونکہ یہ معاملہ دل سے تعلق رکھتا ہے۔ مدارک الاحترار کی جلد ۲

صفحہ ۲۸ المنار حصہ دوم صفحہ ۴۸۴ - ۴۳۳ معارف القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۷۷ تفسیر المراغی حصہ دوم

صفحہ ۱۵۸ بھی دیکھیں۔

ق ۶ - ۱۰۸ میں

کے الفاظ کی بھی اسی طرح تاویل کی گئی ہے (دیکھئے تفسیر المراغی صفحہ ۷ صفحہ ۲۱۱ روح البیان

جلد ۳ صفحہ ۱۸، جلد ۷ صفحہ ۵۰۱، ۵۰۲، فی ظلال القرآن صفحہ ۷ صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶ - معارف القرآن

جلد ۳ صفحہ ۴۱۳ تفسیر البکیر از داری حصہ ۱۳ صفحہ ۱۰۳)

الینا میں ایک دلیل یا محافظ کے فرائض بتائے گئے ہیں اور کہا گیا ہے کہ رسول پاک کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا کہ لوگوں کو مذہب کی تعلیم دیں اور ایمان نہ لانے اور اس طرح اللہ کا مذہب قائم نہ کرنے کے برے نتائج سے آگاہ اور دوسری صورت میں خوشخبری دیں۔ یہ رسول کے فرائض ہیں لیکن وہ اللہ کی طرف سے لوگوں پر محافظ مقرر نہیں کیا گیا، ایسے لوگوں کے معاملات میں اس حد تک مداخلت کرنے کا اختیار نہیں کہ عقیدہ کے معاملہ میں جبر کرے۔ فی ظلال القرآن رسید قطب شہید کی تفسیر آیت میں امت کی تشکیل کا ذکر ہے۔

تمام تفسیروں میں مذہب میں اکراہ یا جبر کے اصول پر بحث کی گئی ہے۔ المعنی حصہ ۸ صفحہ ۲۳۳  
تفسیر المروانی جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ درک مورک الا تنزیل حصہ ۱ صفحہ ۱۰۰ فی ذلال القرآن حصہ ۲ صفحات ۲۶  
۲۸۱ المراعی حصہ ۳ صفحہ ۱۶، النار حصہ ۳ صفحہ ۲۶، المراعی حصہ ۱۲ صفحہ ۵۳، المنار حصہ ۹ صفحہ ۶۶۵  
ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۶۷، تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۶ در المعانی جلد ۳ صفحات ۱۲، ۱۳۔  
المعانی کے مطابق ایک نظر یہ ہے کہ محض دھمکی اکراہ کے مترادف ہو سکتی ہے۔ المنار  
جلد ۲ صفحہ ۱۶ کے مطابق عقیدہ اصل مذہب ہے۔ یہ دل کے سکون سے حاصل ہوا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ  
سکون قلب جبر سے حاصل ہو۔ اسے حاصل کرنے کا واحد راستہ دلائل اور دلائل میں۔

۱۔ عم نکتہ (المنار جلد ۹ صفحہ ۶۶۵ دیکھیے) یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنا عقیدہ ترک کرنے پر مجبور کرنے  
کی اجازت نہیں۔ یہ سچی کہ مجبور نہ کیا جائے بنیادی حق سمجھا جاتا ہے (فی ذلال القرآن جلد ۳ صفحات ۲۶، ۲۸)  
تق ۱۸-۲۹ کی تفہیم کے لیے المراعی حصہ ۱۵ صفحہ ۱۲۳ فی ذلال القرآن صفحہ ۱۵ صفحہ ۹۰، تفسیر المطاہری  
جلد ۱ صفحہ ۱۰، تفہیم القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۳ پر پھر سے کیا گیا ہے۔ اس آیت سے واضح ہے کہ ہر شخص کی یہ  
اپنی مرضی ہے کہ کوئی عقیدہ قبول کرے یا نہ کرے۔

ان آیات پر مبنی تمام دلائل کالباب یہ ہے کہ دین اسلام کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے اور  
یہ اللہ تعالیٰ کی حکیم نہیں ہے کہ تمام لوگ ایمان لائیں۔ نبی پاک کو صرف اس مقصد کے لیے بھیجا گیا  
کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو عام کرے۔ یہ بھی نہیں سوچا گیا کہ وہ لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرے قرآن  
و سنت میں کوئی ایسی بات نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید، پیغام کی صداقت، رسول پاک کے استدلال  
قرآن کے پیغام یا قرآن کو مطیع نظر بنانے پر ایمان لانے والوں کے خلاف ایمان نہ لانے والوں پر پابندیاں  
لگانے کی اجازت دیتی ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی قانونی نہیں کہ کسی شخص کو زبردستی اس مذہب سے نکالا  
جائے جس سے وہ وابستہ رہنا چاہتا ہو۔ انہوں نے کہا ہے کہ آڈینٹس کا مقصد قادیانیوں کو زبردستی دین

اسلام سے نکالنا ہے جس پر وہ کاربند رہنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں لفظ اکراہ کے معنی پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ صرف طاقت کے استعمال تک محدود نہیں بلکہ اس کا اطلاق ایسے حالات پیدا کرنے پر بھی ہوتا ہے جو کسی کے لیے اپنے مذہب کو ماننے اور اس پر چلنے کے لیے سازگار نہ ہوں۔

مستر مجیب الرحمان نے جو پہلے چار سوال اٹھائے ہیں ان کا جواب اثبات میں دینا پڑے گا کسی غیر مسلم پر اس ضمن میں کوئی پابندی آئینی قانونی یا شرعی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدت کا اعلان کرے رسول اکرم کو اپنے دعویٰ میں صادق تسلیم کرے، قرآن پاک کو تبرک طرز حیات جہا کرنے والی کتاب مانے اور اس کے احکام پر عمل کرے۔ چار سوالوں کے مثبت جواب کے بعد یہ پانچوں سوال پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ سوال کا واضح جواب یہ ہے کہ اسے غیر مسلم کے ساتھ ان شرائط کے مطابق دوسری تعلقوں جیسا سلوک ہونا چاہیے جو قرآن میں عائد کی گئی ہیں جن کا کسی مناسب جگہ پر ذکر کیا جائے۔ مسٹر مجیب الرحمان نے اکراہ کے ضمن میں جو چار اصول بنائے ہیں وہ بھی بے عیب ہیں لیکن تیسرے اصول کا اطلاق جیسا کہ مسٹر مجیب الرحمان نے کہا ہے درست نہیں۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو طاقت کے استعمال سے اپنے مذہب سے نہیں نکالا جاسکتا۔ انہوں نے اپنے تحریری دلائل میں یہ بھی کہا ہے ”جیسا کہ ہمیں کال لایا ہے“ آڈینس میں ایسی کوئی بات نہیں کہ انہیں ان کے مذہب سے نکالا گیا ہے۔ یہ دلیل دی گئی ہے کہ احمدیوں کو اپنی اپنی مسجدوں سے روکنا یا مسلمان کہلانے سے روکنا انہیں مذہب سے نکلنے کے مترادف ہے جو ان کے مطابق اسلام ہے۔ ہم پہلے ہی اس سوال پر غور کر چکے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والے قادیانی مسلمان نہیں غیر مسلم ہیں اس لیے آڈینس میں انہیں اپنے آپ کو مسلم کہنے سے روکا جاسکتا ہے جو وہ نہیں ہیں۔۔۔ لہذا انہیں یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ کسی شخص یا گروہ کو مسلمانوں کی حیثیت میں دھوکہ دے سکے۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب اور قادیانی لائبرٹی گروپ والوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو غیر مسلم کہہ کر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر اور اپنے آپ کو ایسی مسلم امت بنا کر مسلمانوں کا تختہ الٹ دیں جس میں قرآن کے ساتھ محبت اور عقیدت کو اولیت دی گئی یہ برداشت نہیں کیا جاسکتا اور غیر مسلموں کو امت کا شیرازہ بھیر کر مسلمانوں کے حقوق پامال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مزید برآں اس سے قادیانیوں کے ان حقوق پر اثر نہیں ہوتا جو انہیں مرزا صاحب پیغمبر یا مجدد، مہدی موعود یا مسیح موعود کے طور پر مرزا صاحب پر ایمان رکھنے کے سلسلے میں حاصل ہیں۔ نہ ہی ان کے اپنے مذہب پر چلنے اور اپنے اصولوں کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے میں مداخلت ہوتی ہے۔

مسلم شریعت غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر چلنے اور اسے ماننے کا پورا تحفظ دیتی ہے اس کی تائید قرآن پاک کی آیت اور مفسروں کی طرف سے اس کی تائید سے بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم اور ان کے معزز جانشینوں نے غیر مسلموں اور شرکوں کو اس ضمن میں مذہب کی پوری آزادی دی خواہ وہ مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے یا نہیں تھے۔ اللہ کے رسول نے اس ضمن میں جو پہلا قدم اٹھایا وہ یہودیوں، عیسائیوں اور بدینہ کے دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ تحریری معاہدے تھے۔ اس معاہدے کا پہلا آرٹیکل ڈاکٹر حمید اللہ کی زبان میں بولا ہے۔ وہ تمام لوگ جو معاہدہ میں فریق تھے ایک امہ (برادری) سمجھے گئے۔ یہ واضح طور پر ایک سیاسی قوم بنانے کی کوشش ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کی امداد کر سکے۔ معاہدہ کے آرٹیکل ۲۶ میں کہا گیا ہے کہ نبی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ امہ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے سیاسی اتحاد کی بنیاد پر سیاسی یونٹ قائم کر لیا۔ معاہدے کے ذریعوں نے جن میں مسلم امہ بھی شامل تھی معاہدے کے تحت ایک سیاسی امہ کی شکل اختیار کرنے پر رضامند ہو گئی ہے جسے امہ واحدہ من دون الناس کا نام دیا گیا (دوسروں کے خلاف ایک سیاسی وجود) آرٹیکل اور امت واحدہ (متحدہ سیاسی وجود) امہ واحدہ من دون الناس کے قیام کے بعد اس کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا جس میں یہ کہا گیا کہ ہر کسی کو اپنے مذہب کو اپنانے اور اس پر چلنے کا حق ہو گا تاہم آرٹیکل ۲۶ میں بالخصوص یہ اہتمام کیا گیا کہ یہودی اپنے مذہب پر چلیں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر چلیں گے (دیکھئے ابن ہاشم اردو ترجمہ جلد ۱ صفحہ ۵۵۳)

الہارود ابراہیم از عمر ابو نصر اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی کے صفحہ ۲۷۸ اور ۲۷۹ پر مرقوم ہے کہ ہرون الرشید کے دور میں تعصب اور غیر رواداری کی ایک مثال بھی نہیں، شام مصر اور روم میں عیسائیوں کو چرچ بنانے اور ان میں عبادت کرنے اور ان میں سے صلیب کے جلوس نکالنے کی پوری آزادی تھی، یہودیوں کو اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے کی مکمل آزادی تھی، آتش پرست کسی پابندی کے بغیر اپنی آگ روشن رکھ سکتے اور عبادت کر سکتے تھے۔ سندھ میں ہندوؤں پر اپنے مندروں میں پوجا کرنے اور اپنے دیوتاؤں کے سامنے سر جھکانے پر کوئی پابندی نہیں۔ مختصر مذہب کے معاملات میں کوئی جبر نہیں تھا۔ مصر کے اخبار اللہلال کے ایڈیٹر حاجی زبیر نے اپنی کتاب تاریخ التمدن الاسلامی کی جلد ۳ کے صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے کہ تعلیم کے میدان میں مسلمانوں کی بہتری کے ساتھ ترقی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کے خلفاء ہر قوم اور ہر مذہب کے حکماؤں کا احترام کرتے اور فراخ دلی سے انعام دیتے تھے۔ انہوں نے کبھی جنگ و نسل کے امتیاز کے بارے میں نہیں سوچا اور ان میں ہر مذہب کے لوگ



مل کر رہتے تھے جن میں عیسائی، یہودی، ساروں کی پوجا کرنے والے، سامری اور آتش پرست شامل تھے۔ خلفائے اسلام ان تمام قوموں کے لوگوں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آتے۔ ان کے دوا میں غیر مسلموں کو آزادی اور مقام اور وقار مساوی طور پر حاصل تھا جیسا کہ مسلمانوں کے امیروں اور افسروں کو حاصل تھا۔

جیسا کہ صفحہ نمبر ۲۸۲ پر خلیفہ ہارون الرشید کی مثال دی گئی ہے جس میں انہوں نے عیسائیوں کے لیے ضبط اور بردباری کا مظاہرہ کیا جو کہ بردباری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ رومن سیزر کی طرف سے سرحدی علاقوں میں دعدوں اور معاہدوں کی بار بار خلاف ورزی اور غارتگری کے باعث خلیفہ نے قاضی القضاة (چیف جسٹس) امام ابو یوسف سے اس کے بارے میں پوچھا کہ اسلامی قلم رو میں عیسائیوں کے گرجوں اور خانقاہوں کو کیوں تحفظ فراہم کیا گیا ہے اور کس نے ان شہروں میں صلیب لے کر جلوں نکالنے کی اجازت دی ہے تو اس پر امام ابو یوسف نے نہایت جرات مندی سے جواب دیا کہ رومیوں کے صوبوں کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں عیسائیوں کو تحریری طور پر یقین دلایا گیا تھا کہ ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی اور انہیں مذہب کی ادائیگی کا مکمل اختیار تھا اور اب اس حکم کو کسی کو ختم کرنے یا شیخ کا حق حاصل نہیں۔

یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مفتوحہ علاقوں کو ذمیوں میں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مسلم فاتحین کو بھی ان کی ضروریات اور طلب کے برعکس مال دینے پر ڈٹے رہے۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے بیت المقدس میں مقیم لوگوں کے لیے عام معافی کے اعلان کا حوالہ تو ایک تاریخی ثبوت ہے جس کے متعلقہ حصے ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

”اس عام معافی کا اعلان ایلیا کے لوگوں کے لیے اللہ کے غلام امیر المؤمنین (خلیفہ) کی طرف سے کیا گیا ہے۔ اس اعلان سے ان کے جان و مال کی امان اور گرجا گھر، صلیب، صحت مند اور بیمار یعنی ہر فرد کو تحفظ کا حق ملتا ہے۔ ان کے گرجا گھر نہ ختم کیے جائیں گے اور نہ ہی ان کی جائدادیں ضبط کی جائیں گی اور ان کے لیے مذہب اختیار کرنے کی کوئی پابندی نہیں ہوگی۔“

تاریخ طبری دوسری جلد اور ترجمہ سید محمد ابراہیم صفحہ ۵۰۱ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے وثیقہ جات سے حوالہ نمبر، ۳۵ صفحہ نمبر ۳۰۲، ۳۰۵ الفاروق مصنف شبلی نعمانی جلد دوم صفحہ ۱۴۹ حوثیہ بن الیمان نے مدینار کے لوگوں کو تحریری طور پر کہا کہ ”ان کا مذہب نہیں بدلا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی جائے گی۔“ (تاریخ طبری صفحہ نمبر ۱۵۵)

جوجان کے علاقے کو فتح کرنے کے بعد ایک معاہدہ کے ذریعہ وہاں کے لوگوں کو صاف طور پر کہا گیا کہ ان کو عام معافی دے دی گئی ہے اور ان کے جان و مال اور مذہب کو تحفظ دیا جائے گا اور اسے نہیں بدلا جائے گا۔ (تاریخ طبری صفحہ ۱۵۵)

حضرت محمد مصطفیٰ نے مقنا، خمین اور خیبر کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا اور نہ صرف ان کی زندگیوں کی امان بلکہ ان کے مذہب، جائداد، غلاموں اور ہر چیز جو کہ ان کی ملکیت تھی۔ اس کے لیے معافی کا اعلان تھا اور ان کی تمام چیزیں اللہ اور اس کے نبی کے زیر سایہ تھیں۔ اس کے علاوہ انہیں جو رعایات دی گئیں وہ درج ذیل ہیں:

نمبر ۱! جزیرہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دے دیا۔

نمبر ۲! جبری محنت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

نمبر ۳! عسکری اور فوجی معرکوں میں شمولیت سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

نمبر ۴! فوجی اور جنگی مقاصد کے لیے ان کے گھروں سے انخلاء کو مستثنیٰ قرار دیا گیا۔

نمبر ۵! مسلح ہو کر چلنے کی اجازت دی گئی۔

نمبر ۶! حملہ آور کے خلاف مزاحمت کی اجازت دی گئی جس میں دیت کی ادائیگی کے لیے

مجبور نہیں کیا جائے گا۔

نمبر ۷! ان کی مردہ لاشوں پر رسومات ادا کرنے پر پابندی نہیں ہوگی۔

نمبر ۸! حضرت محمد کے خاندان اور تمام مسلمانوں کے لیے لازمی قرار دیا گیا کہ وہ تمام قابل احترام

لوگوں کی عزت کریں۔

نمبر ۹! اسلام کے اصولوں کے مطابق کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جائے گا۔

نمبر ۱۰! جو بھی اس دتاویز کو پڑھے یا سنے اور پھر اس میں تبدیلی کو جائز بنائے یا اس کی مخالفت

کرے وہ اللہ کی طرف سے سزا کا مستوجب ہوگا۔ میں اس کا مخالف ہوں گا۔ (قیامت کے روز)

(سیاہی وثیقہ جات ... حوالہ نمبر ۲۳ صفحہ ۵۹ تا ۶۲)

حوالہ نمبر ۹۲ (ایضاً ... صفحہ ۹۶ تا ۹۸) جو نبی اکرم اور نجران کے عیسائیوں کے مابین

رابطہ کا حوالہ ہے۔ یہ نہایت آزادانہ شرائط اور اصولوں پر مبنی ہے۔ مذہب سے متعلقہ شرائط ان کے

آرٹیکل نمبر ۸، ۹ اور ۱۰ میں پائی جاتی ہیں۔ اس میں حضرت محمد مصطفیٰ نے خود کو ان کے مذہب (آزادی

کے ضمن میں) مذہبی رہنماؤں، پیش گوئوں اور گوشہ نشینوں کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا۔

حوالہ جس میں سعد بن حارث اور دیگر عیسائیوں کو اپنی کمیونٹی میں ان کے مذہب اور اعتقاد کے مطابق ان علاقوں میں عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی دی گئی تھی جن کو حضرت محمد مصطفیٰ نے فتح کیا تھا۔  
 آرٹیکل نمبر ۱۵ اور ان کے گرجا گھر کی حفاظت، عبادت گاہوں، خانقاہوں، سیاحوں کے لیے آرام گاہوں کی مکمل حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی کہ وہ پہاڑی علاقوں، میدانوں یا غاروں یا گنجان آباد علاقوں وادوں یا جنگلوں میں موجود ہوں۔ (حوالہ نمبر ۹۵۔ ایضاً صفحہ ۱۶۹)

”کسی عیسائی پر زور نہیں دیا گیا کہ وہ مسلمان ہو جائے“ (اس دور میں) آرٹیکل نمبر ۲۳

”ان کے مذہبی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا گیا۔“ (آرٹیکل نمبر ۲۳)

حضرت محمد مصطفیٰ کے حکم پر حضرت سلمان فارسی کے رشتہ داروں جو کہ آتش پرست تھے (ایضاً صفحہ نمبر ۳۳۱) ان کو بھی ان کے مذہب کے معاملہ میں مکمل تحفظ دیا گیا (آرٹیکل نمبر ۱۸) ان کو عبادت گاہوں کی بحالی، ذرائع آمدنی، ترقی اور آزادی کا بھی مکمل حق دیا گیا۔

آرٹیکل نمبر ۳۔ ایضاً صفحہ ۲۳۲ - ۲۳۵

اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان مرد کی بیوی بنتی تو اس کو اپنے مذہب کے مطابق ادائیگی اور عبادت کے معاملہ میں مکمل آزادی دی گئی اور مذہبی معاملات میں اپنے مذہبی تاضیلین سے رابطہ رکھنے کا حق دیا گیا اور کہا گیا کہ جو کوئی اپنی عیسائی بیوی کو اس کے اپنے فرائض مذہب کی ادائیگی پر پابندی لگائے گا وہ اللہ اور نبی کے ساتھ وعدے سے پھر جائے گا، وہ ایک جھوٹا شخص ہوگا۔ (آرٹیکل نمبر ۳۵)

حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں ”خبران“ کے لوگوں کے لیے ایک اور عام معافی کا اعلان کیا، انہوں نے نہ صرف خبران کے لوگوں کو حاصل سہولیات کی فراہمی کو برقرار رکھا بلکہ ان کو ان کی عبادت کے لیے مزید خصوصی اضافی رعایت دیں۔

حوالہ نمبر ۹۸ ..... ایضاً ..... صفحہ ۱۱۳ ... ۱۱۵

ڈاکٹر حمید اللہ اپنی کتاب ”مسلم کنڈٹ آف اسٹیٹ“ کے سیکشن ۲۰۸ اور ۲۰۹ میں لکھتے ہیں کہ (۲۰۸) ”شافعی قانون کالب باب یہ تھا کہ غیر مسلموں کے قبرستانوں کا بھی اسی طرح احترام کیا جاتا جس طرح مسلمانوں کے قبرستانوں کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی زندگی اور جائداد کے معاملوں کو زندگی ہی میں اہمیت دی جاتی اور موت کے بعد ان کی ہڈیوں کا بھی احترام کیا جاتا تھا۔“

(۲۰۹) ... امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم قرآن، ہدایات

نبی (حدیث) اور مسلم قانونی (فقہ) پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو ان کے پڑھنے سے نہ روکا جائے؛

اسی کتاب کے سیکشن ۲۰۰ میں کہا گیا ہے کہ  
 ”مسلمانوں کا قانون مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان نمایاں فرق کو مد نظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے  
 اور بہت سے معاملات میں غیر مسلموں کو مسلمانوں پر اہمیت دی گئی ہے۔ ذمیوں (غیر مسلموں) کو  
 زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا جو کہ تمام مسلمان مرد، عورتیں، جوان اور بوڑھے ہر سال اپنی جمع شدہ رقم پر  
 اڑھائی فیصد کے حساب سے ادا کرتے ہیں تمام مسلمانوں کے لیے فوجی (جنگی) خدمت لازمی قرار  
 دی گئی ہے جبکہ ان (غیر مسلموں) کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور اسلامی سلطنت میں ان کی  
 جائیدادوں اور مال و اسباب کی اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے جس طرح کہ مسلمانوں کی جائیدادوں  
 کی حفاظت کی جاتی ہے۔“

عبدالوحید خان ”تاریخ انکار سیاست“ کے صفحہ نمبر ۱۸۱ پر مسلمانوں کی مذہبی متعلقات اور  
 بردباری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”مسلمان حکومتوں (سلطنتوں) میں مذہبی رواداری اور بردباری ہر دور میں منفرد نوعیت کی  
 حامل رہی ہے۔ یہاں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ مختلف حکومتوں کی طرف سے مسلمانوں پر بعض اوقات  
 مذہبی ادائیگیوں پر پابندی لگائی گئی جس کا مسلمانوں کو نقصان بھی ہوا تو مسلمانوں نے ایسی حالت میں  
 بھی اپنے مذہبی اعتقاد کو مد نظر رکھا مگر تاریخ ایسی مثال پیش نہیں کرتی کہ غیر مسلموں کی حکومتوں میں  
 مسلمانوں کو بھی مذہبی معاملات میں مساوی حقوق حاصل ہوں جیسکہ انہیں مسلم سلطنت میں ہوتے  
 تھے۔“

مصنف مزید لکھتا ہے کہ اسلامی سلطنتوں میں مختلف مذاہب کے لوگوں کو اپنے اپنے مذہب  
 کے مطابق عبادات کی ادائیگی کی مکمل آزادی حاصل تھی اور یہ حکومت کا فرض تھا کہ وہ غیر مسلموں کی عبادت  
 گاہوں کو تحفظ فراہم کرے مگر متوکل باللہ کے دور حکومت (خلافت) میں ذمیوں کو کچھ پریشانیوں اور  
 مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے تمام حکومت کے خلاف سازشیں شروع  
 کر دی تھیں اور ان کی یہ سازشیں ان کی عبادت گاہوں میں تیار کی جاتی تھیں۔ اس وجہ سے ان کی  
 حرکات پر پابندیاں لگائی گئیں اور ان کے لیے علیحدہ ضوابط وضع کیے گئے۔ متوکل باللہ ذاتی طور پر  
 تقلید پسندی سے ہٹ کر سوچنے والا شخص تھا اور مذہبی رواداری اور بردباری کا قائل تھا۔  
 مصنف مزید لکھتا ہے کہ جب ہی حکومت مذہبی رواداری اور بردباری میں بہت آگے تھی اور  
 مانی جو کہ ایرانی ہونے کے باوجود وہاں اپنی جائے پناہ بھی نہ رکھتا تھا اس کو بغداد میں اپنے خیالات



و تعلیمات کا پرچار کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اسی طرح اسلامی ملکوں میں انڈیا کے ہنم و فراسٹ والے لوگوں، یہودی اور عیسائی مشینروں نے کسی پابندی یا بندش کے بغیر اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کو پھیلا یا۔ نبو امیہ کے دور میں غیر مسلموں کو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز کیا گیا حتیٰ کہ نبو عباس کے دور حکومت (خلافت) میں ایک غیر مسلم کو پرائم منسٹر (حاکم اعلیٰ) بنا دیا گیا تھا۔ مسلمان خلیفہ مقتضی کا وزیر اعظم فضل بن مروان بھی ایک عیسائی تھا اور اس کے دور میں بیت الحکمت کے تمام انتظامی امور کی مختلف امور پر تمام دستاویزات غیر مسلموں کے ہاتھوں ترجیح ہوتی تھیں اور نبو عباس کی عدالت میں جبرائیل خاندان کو جو اہمیت حاصل تھی اس کو تاریخی اہمیت حاصل ہے۔

عبدالرحیم اپنی کتاب ”محمد بن اصول قانون“ میں صفحہ ۲۵۱ پر عبدالمختار کی ”ٹریڈیشن آف ہولی پرائیڈ“ (تیسری جلد صفحہ ۳۱۹-۳۲۰) کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”غیر مسلموں کو ان کے اپنے عقیدہ پر عمل کرنے کے لیے آزاد اور تنہا چھوڑ دیا جائے“۔۔۔ اس کے نزدیک اسی اصول کے مطابق امام شافعی کی رائے ہے کہ محمد بن لاہ میں غیر مسلموں کی شراب نوشی سے پرہیز کا اصول وضع ہوتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کی رائے کا حوالہ دے کر اس کے برعکس خیال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مسلم حکومت (سلطنت) میں اگر کوئی عورت (بیوی) عدالت سے رجوع کرے تو عدالت خاوند کے خلاف فیصلہ دیتے ہوئے اس کی ضروریات پورا کرنے کا حکم دے گی۔ اسلام نشوونما کی حدود و قیود میں رشتے جوڑتا ہے۔

مولانا مودودی اپنی کتاب ”اسلامی ریاست“ میں لکھتے ہیں کہ ذمیوں کی دو قسمیں ہیں پہلے وہ جن کو اسلامی مملکت کی طرف سے ایک معاہدہ کے تحت تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی ہو۔ دوسرے وہ جو کسی معاہدے کے تحت جان و مال کی امان حاصل کریں۔ اس طرح ذمیوں کی پہلی قسم کو قواعد و ضوابط کے تحت رعایت دی جائے گی اور جہاں تک دوسری قسم کے ذمیوں کا تعلق ہے ہم ان کے بھی جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں اور اس قسم کے ذمیوں میں خون کا معاوضہ مسلمانوں کے خون کے مساوی ہوگا انہیں اپنے مذہب کی ادائیگی کی مکمل آزادی ہوگی۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ ہوں گی۔ انہیں اپنے مذہب کی تعلیمات کو بڑھانے اور فروغ دینے کا حق حاصل ہوگا۔ اور ان پر اسلامی تعلیمات کو ٹھونسا نہیں جائے گا (صفحہ ۵۲۳)

قرآن پاک کے الفاظ سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حوالے سے یہ صاف طور پر واضح ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دور میں اور اسلامی تاریخ کے مطابق آپ کے جانشینوں اور مسلمان خلیفوں کے دو اقدار

میں غیر مسلموں نے تمام رعایتوں سے استفادہ کیا جو کہ اب تک ان ممالک کو حاصل نہیں ہوئیں جو کہ کسی بھی ملک کی کاوشیاں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے دی گئی مراعات اور حقوق اب تک بیشتر ممالک کی طرف سے ان کے شہریوں کو میسر نہیں آئے۔ مذہبی تعلیمات اور ایجنسیوں میں غیر مسلموں کو اسلامی حکومتوں میں مکمل مراعات حاصل تھیں اور انہیں یہ حق بنیادی انسانی حقوق کی بنیاد پر دیا گیا۔

اسلام مذہب کے معاملے میں مکمل برابری اور نرم مزاجی کا درس دیتا ہے اور اس کو قبول کرنے کے لیے اس کے ضمیر پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام میں زبردستی کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ حضرت محمد مصطفیٰ نے وقت کے زور سے کسی کے عقائد میں مداخلت نہیں کی۔ ماسوائے اس کے کہ انہیں اسلام کا پیغام پہنچایا اور انہیں ایمان لے آنے پر جنت کی اچھی نوید اور ایمان نہ لانے پر دوزخ کی بری خبر سنائی۔

ان تمام دلائل کے بعد نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قانون قادیانیوں پر مسلط نہیں کیا جا رہا کہ وہ اپنے عقیدہ کو اسلام کے اصولوں کے مطابق کریں۔

ایسی صورت حال میں مشرعیب الرحمن نے تسکایت کا اظہار کیا ہے کہ قادیانیوں کو ان کے مذہب کے مطابق اسلام کو ماننے پر پابندی لگا دی گئی ہے اور انہیں اذان پینے کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے جو کہ مذہب کا حصہ ہے اور ان کی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ لیکن وہ (قادیانی) نہ تو مسلمان ہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں "اقرار کے اصول پر پورا اترتے ہیں۔ اور یہ ضابطہ اسلام کے مقابل مذہبوں پر لاگو ہوتا ہے۔ عجیب الرحمن نے اس کا حوالہ قرآن و سنت کے مطابق دیا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ان معاملات کو ان کے دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے لہذا اذوا بالعدو اور اذوا بالعدو کی روشنی میں بیان کی گئی صداقتوں کی صداقت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں صلح حدیبیہ کی بہترین مثال ہمارے سامنے ہے جس میں منافقہ شرائط پر دونوں فریقین رضامند ہوئے تھے کہ اگر کوئی مسلمان مکہ کے مشرکوں کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی اجازت کے بغیر مسلمانوں میں جائے تو اسے مکہ والوں کو ٹوٹا دیا جائے گا۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں کہ اگر کسی مسلمان کے ساتھ مکہ والوں نے بدسلوکی کی یا اذیت دی اور وہ بھاگ کر مدینہ پہنچا تو اسے حضرت محمد مصطفیٰ نے معاہدہ کی شرائط کے مطابق مکہ لوٹ جانے کو کہا۔

مشرعیب الرحمن نے دلیل دی ہے کہ قیام پاکستان کے وقت قائد اعظم اور قادیانیوں کے مابین

ذاتی ربط تھا اور قائد اعظم نے اعلان کیا تھا کہ پاکستان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مکمل برابری اور یکساںیت حاصل ہوگی اور مذہب کے پڑھانے اور ادا کرنے میں بھی آزادی حاصل ہوگی جیسا کہ ۱۹۴۳ء کے آئین میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس آئین میں پاکستان کے تمام شہریوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے مطابق اصول پر عمل پیرا ہو کر اس کی تبلیغ کر سکتے ہیں، اور ۱۹۴۳ء تک قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا گیا تھا۔

ایسے کوئی شواہد اور حوالے نہیں ملتے کہ قائد اعظم نے قادیانیوں کے ساتھ بحیثیت مسلمان روابط رکھے ہوں اور نہ ہی قیام پاکستان کے وقت اور نہ ہی قائد اعظم کی زندگی میں کوئی ایسے ثبوت ملتے ہیں اور نہ ہی ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء کے آئینوں میں ایسے ثبوت میسر ہوئے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں ایک ترمیم کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ یہ اقدام مسلمانوں کی ایک تحریک کے باعث کیا گیا جسے اتفاق رائے حاصل تھا جہاں تک اس حالیہ ترمیمی ضابطے کے نفاذ کی ضرورت سمجھی گئی۔ یہ ضروری تھا کہ ۱۹۷۳ء کے آئینی ترمیمی ضابطے کو مد نظر رکھ کر ہی اس کا نفاذ کیا جائے جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

مسٹر مجیب الرحمن کی طرف سے پرجوش انداز میں خیالات پیش کیے گئے ہیں کہ قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے لیکن ان پر غیر مسلموں جیسے برتاؤ کی کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تو ہم نے ان کے سامنے سوال اٹھایا کہ قادیانیوں کو پاکستانی شہری قرار دیا گیا ہے یا نہیں تو انہوں نے اس پر مثبت رضامندی کا اظہار کیا لہذا ان کی سوتح کی پیروی کرتے ہوئے قادیانی آئینی اور قانونی طور پر غیر مسلم ہیں۔ وہ (قادیانی) قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں غیر مسلموں کے لیے مخصوص شدہ نشستوں پر انتخاب میں حصہ لے سکتے ہیں۔ مقدموں کے ضمن میں انہیں خود کو غیر مسلم کہنا ضروری ہوگا اور ان کے مسلمان ہونے کے بارے میں انہیں کوئی دلیل دینے کا کوئی قانونی حق حاصل نہیں ہوگا اور اس پیشین کے دلائل میں خود کو مسلمان کہنے کا اصرار بالکل غیر قانونی ہے۔

آرٹیکل ۲۱۰ (۳) سے واضح ہوتا ہے کہ قادیانی قانونی اور آئینی طور پر غیر مسلم ہیں۔ آرٹیکل ۲۰ انہیں پاکستانی شہری ہونے کا حق اور آپس میں تعلیمات کا حق دیتا ہے۔ بلاشبہ یہ آرٹیکل آئینی ضابطوں کا احاطہ کرتا ہے اور یہ نقطہ حقیقتاً مجیب الرحمن نے تسلیم کیا ہے۔ مذکورہ آرٹیکل نمبر ۲۰ کے ضابطہ کا مطلب یہ ہوگا کہ قادیانی یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ظہیر مہرا صاحب کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مسلمان ہیں اور ان کا اعتقاد یا ایمان اسلام ہے۔ اتنے کم عرصے میں مذکورہ مشاہدات و دلائل سامنے آئے ہیں لیکن

اس عام فہم فیصلہ سے موضوع مکمل طور پر واضح ہو گیا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ آئین ان قادیانیوں کو غیر مسلم کہنے میں متشدد نہیں۔

قادیانیوں کے اس مقدمے میں اس دلیل کو ثابت کرتے ہوئے ذرا مشکل پیش آئی کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان اور اپنے نظریہ ایمان اور یقین کو اسلام نہیں کہہ سکتے حالانکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر ڈٹے ہوئے تھے اور اس سلسلہ میں اسلام کے نام پر پروردگار کی پستی بھی کر رہے تھے۔ ان کو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمان ظاہر کرنے سے احتراز کرنا اور باز رہنا چاہیے اور اس سلسلہ میں ان کی ہٹ دھرمی کا سختی سے جائزہ لیا جائے گا تاکہ اس کے برعکس مسلمانوں میں صبر و تحمل اور امن و امان برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔

اس پابندی کی ایک وجہ یہ ہے کہ قادیانیوں کو اپنے خاندانوں کے لیے بالواسطہ ایسی صفات اور القاب کے استعمال سے مسلمان ظاہر کرنے سے روکا جائے جو نبی اکرم اور ان کے اہل بیت کے لیے مخصوص ہیں۔ یہ الفاظ اظہارِ المومنین، امیر المومنین، خلافت المسلمین، خلافت المومنین، مومنین مسلمان اور مسلمین میں جو کہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جو کہ مسلمانوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ قرآن میں رضی اللہ عنہ کا لفظ حضرت محمد مصطفیٰ کے قریبی رفقاء کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ صحابی اور اہل بیت کے الفاظ حضرت محمد کے خاندان کے افراد اور صرف ان کے رفقاء کے لیے مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ ان مقدس ناموں کے مرزا صاحب (قادیانی) اور اس کے خاندان کے افراد کے لیے استعمال کرنا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے کے مترادف ہے اور ان مقدس لفظوں اور مخاطب کے باعث ان کا تقدس مجروح ہوتا ہے اسی طرح اذان اور عبادت کی جگہ کے لیے مسجد کا لفظ صرف اور صرف مسلمانوں کی عبادت کی تقدس جگہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ان لفظوں اور القاب کے مخاطب پر آئینی اور قانونی طور پر اس آرڈیننس کے ضوابط کے ذریعے پابندی لگائی گئی تاکہ قادیانی اپنے آپ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلمان ظاہر نہ کر سکیں اور ان کے مذہب کی تبلیغ پر پابندی بھی ایسی ہی وجوہات کے باعث لگائی گئی ہے۔

قادیانیوں نے مسلمان کہلانے کی حکمت عملی کے سبب مسلم ائمہ اور خصوصاً پنجاب میں کچھ کامیابی حاصل کی اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ "احمدیت" کو ماننے کا یہ مطلب نہیں اسلام چھوڑ دیا اور اعتقاد کے حوالے سے بہتر مسلمان ہونے کا درس دیا تھا۔ اس مقصد کے لیے قادیانیوں نے مسلمان عالموں سے گہرے روابط بنائے اور مسلمانوں میں فرقہ بندی اور رجعت پسندی کے خاتمہ کے لیے مسلمان علماء کو اسلام کو ایک آزادانہ مذہب کے طور پر پیش کرنے کی طرف راغب کیا۔ اس حکمت عملی سے انہیں ایسے ہی فائدہ بھی پہنچا جیسے کہ کسی شہور و معروف فرم کی مصنوعات پر ایک چھوٹی سی فرم کی مصنوعات غلبہ پالیں۔ قادیانیوں کو



یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ ان کی تبلیغ کسی ایسے مذہب کی جانب لے جاتی ہے جو اسلام نہیں ہے حتیٰ کہ ایک عام مسلمان بھی ان کے اس غلط ایمان کو صحیح ایمان میں تبدیل کرنے میں تہیہ کیے ہوئے ہے جبکہ دوسری طرف قادیانی احمدیت (احمدی ازم) کے بالے میں کسی غلط اندازے کا شکار ہیں۔

ہم پروفیسر طاہر القادری کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اگر قادیانی آئینی حدود کی پابندی کرتے تو اس آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اور یہ بھی ان کے مذہب کی تبلیغ پر پابندی لگنے کی ایک وجہ ہے۔ ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ قادیانی خود کو مسلمان طاہر کر کے ہوتے ہر مسلمان سے اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے۔ وہ اس کا واضح اظہار مرزا صاحب کو پیغمبر بنا کر کرتے ہیں۔ جبکہ ہر مسلمان حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نبی آخر الزماں ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ قادیانیوں کے اس نظریے سے مسلمانوں میں ایک منافرت کا احساس پیدا ہوتا ہے جس سے امن و امان کی صورت حال برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا۔ مرزا صاحب کا مسیح (موعود) اور مہدی ہونے کا دعویٰ بھی مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کرنے کا باعث ہے کیونکہ یہ ایک صحیح دعویٰ نہیں ہے۔ مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالے سے قادیانیت کی تاریخ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسے نہ صرف مسلمان علماء بلکہ مسلمانوں کی اکثریت کے ہاتھوں قابل ذکر مخالفانہ رد عمل کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا صاحب کی تحریروں میں مخالفوں کے لیے اکثر اپنی اور غیر مذہب زبان استعمال کی گئی ہے جس وجہ سے لوگوں نے اس کے خلاف احتجاج شروع کر دیا۔ مثال کے لیے عبدالقادر کی کتاب "حیات طیبہ" کا صفحہ نمبر ۱۲۱، ۱۲۶، ۱۳۰ دیکھیں جس میں مرزا صاحب کی اکثر تحریروں مخالفوں کے لیے بد دعاؤں اور گالیوں پر مشتمل ہیں۔ اس مرزا صاحب نے اپنے خلاف مسلمانوں کی کارروائیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے حماۃ البشریٰ صفحہ نمبر ۳ اور از اللہ الاولیاء صفحہ ۱۱)

مرزا صاحب اپنی کتاب حماۃ البشریٰ کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ ہے کہ غیر احمد مسلمان مجھ سے جھگڑتے ہیں اور مجھے مرتد شمار کرتے ہیں۔ وہ آواز بلند بوتے ہیں مگر وہ اس کے لیے اچھا تاثر نہیں چھوڑتے جس پر ملہم سے وحی نازل ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں فدا رہوں، جھوٹا ہوں اور مرتد ہوں اور وہ مجھے مارتا بھی چاہتے ہیں۔

ایسے واقعات نے مرزا صاحب کے لیے مایوسی کا میدان پھیلا دیا ہے۔ مرزا صاحب کے پیروکاروں نے مرزا صاحب کے لیے جھٹکے کہا تھا "سیرت مہدی" مرتب کرنے والے کے مطابق مرزا صاحب کو ایسے پانچ زلزلوں سے جھٹکوں کا سامنا کرنا پڑا۔

نمبر احمدیت کے لیے پہلا ٹھکانا ۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی پیش گوئی کا غلط ثابت ہونا تھا جس

میں انہوں نے کہا تھا کہ بیٹا ہوگا مگر بیٹی ہوئی۔

نمبر ۲: دوسری دفعہ مایوسی کی لہر اس وقت اٹدی جب بیٹی کی پیدائش کے بعد پیدا ہونے والا لڑکا انتقال کر گیا۔

نمبر ۳: تیسرا جھٹکا اس وقت لگا جب انڈیا کے مسلمانوں نے ان کو مسیح (موعود) اور ہدی ہونے کے دعویٰ کے باعث بدحواس کہا۔

نمبر ۴: چوتھا جھٹکا اس وقت لگا جب ان کی "اتہام" کے انتقال کی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔  
نمبر ۵: مرزا صاحب کی وفات کی پانچویں اور اہم وجہ ہیضہ کی مہلک بیماری تھی جس کے باعث ان کا انتقال ہوا۔ (سیرت ہدی صفحہ ۸۶ تا ۹۰)

مذکورہ شمار مرزا صاحب کی بنیادی پیش گوئیوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن اگر ان واقعات سے کوئی ایک واقعہ اس پس منظر میں لیا جائے تو ایک نامکمل جائزہ ہوگا۔ مرزا صاحب کی محمدی بیگم سے شادی میں نامکامی کی وجہ طویل دورانیہ کی بڑھتی ہوئی انسردگی کے آثار تھے۔ اس طرح مرزا صاحب کو ان کے نبوت کے دعویٰ کے باعث مخالفوں کی طرف سے جس رد عمل کا سامنا کرنا پڑا ان کی شدت آج تک کم نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب کو پہلا دوسرا، چوتھا اور پانچویں تشویش ناک مرحلے (جھٹکے) نے اور محمدی بیگم کے معاملہ نے نہ صرف مسلمانوں کے نزدیک قابل نفرت اور مضحکہ خیز بنا دیا بلکہ ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی قابل نفرت اور مضحکہ خیز بنا دیا تھا۔ مرزا صاحب کے ۱۸۹۱ء میں مسیح (الموعود) اور ہدی ہونے کا دعویٰ اور نبی ہونے کے دعویٰ نے ان کے لیے مسلمانوں میں ہمیشہ کے لیے مخالفت، غم و غصہ، ملامت، آمیز اور جھوٹے پن کی فضا پیدا کر دی۔ اس طرح مذہبی عالموں اور دانشوروں میں بھی یہی تاثر ابھرا دیکھتے سیرت ہدی جلد اول صفحہ ۸۶ تا ۹۰، جلد دوم صفحہ ۴۲، ۴۳، ۸۴، جلد سوم صفحہ ۹۴) مرزا صاحب کی زندگی ہی میں مسلمانوں کی طرف سے بار بار غم و غصے اور نفرت کے بیان کا ایک رُخ ہے۔

تخلیق پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں مارشل لا کا نفاذ، نیرائینی کمیٹی کی تشکیل اور ۱۹۷۳ء کی آئینی ترمیم۔ یہ سب مسلمانوں کی شدید احتجاجی کیفیت اور کشیدگی ثابت کرتی ہیں۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ ۲۹۸ ہی مسلمانوں میں موجود سخت احتجاجی کیفیت اور شدید جذبات پر قابو پانے اور قادیانیوں کو ان چیزوں سے منع کرنے کے لیے جو مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتی ہیں، وجود میں آئی۔ ام المؤمنین، اہل بیت، صحابی، امیر المؤمنین، خلیفۃ المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کی اصطلاحات مسلمانوں میں صرف

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، خاندان، آپ کے ساتھیوں اور آپ کے بعد حجاز کی اسلامی سلطنت پر حکمرانی کرنے والوں کے لیے متعلق تھے مسلمانوں کے نزدیک یہ اصطلاحات انہی اعلیٰ و ارفع شخصیات کے لیے مخصوص ہیں اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے محفوظ چلی آ رہی تھیں۔ قادیانیوں کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی اور ساتھیوں کے لیے استعمال ہونے لگیں جو غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اسی بات سے مسلمانوں میں ناراضگی پیدا ہوئی یہ اس لیے کہ آڈینس کے تحت قادیانیوں کے لیے ان اصطلاحات کا استعمال نوجواری جرم قرار دیا گیا۔ اہمات المؤمنین، اہم المؤمنین اور ازواج مطہرات صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ان کا استعمال قرآن مجید کی اس آیت کی روشنی میں ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے ”اور ان کی بیویاں ان (مسلمانوں) کی مائیں ہیں“ (۱۶/۳۳) اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ کسی زوجہ محترمہ کو ام المؤمنین کو مسلمانوں کی ماں کہا گیا۔ ہر مسلمان اپنی حقیقی ماں کے علاوہ ازواج رسول کو بھی اپنی ماں سمجھے (۲۳/۴) اس کی ایک وجہ تو اہمات المؤمنین کا تمام خواتین پر تفویض ہے۔ دوسرے یہ پابندی کہ رسول اکرم کے بعد ان میں سے کوئی خاتون کسی کے نکاح میں نہیں آسکتی ”اے نبی کی بیویو! تم دنیا کی کسی اور عورت کی طرح ہرگز نہیں ہو“ (۳۳/۳۳) اے نبی کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی کسی نازیباکام میں طوٹ ہوئی تو تمہارے لیے دو گنی سزا ہے“ (۳۳/۳۰) یہ دو آیات کھلا کھلم اس بات کا ثبوت ہیں کہ ازواج رسول دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہیں اس وجہ سے انہیں اہمات المؤمنین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے کوئی مال و دولت اکٹھا کیا اور جب ان کے گھر میں دولت آئی تو انہوں نے اسے خیرات کر دیا جب انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قسم کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی اور دولت اور ذات رسول میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کی آزادی دی (القرآن ۳۳/۲۸) ان ازواج مطہرات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کو ترجیح دی حالانکہ یہ سخت زندگی تھی اور ان میں سے بعض حجاز کے دولت مند گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں مثلاً حضرت سوڈا، حضرت صفیہ، حضرت جویریہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایسی اعلیٰ شخصیات کا دنیا کی کسی عورت سے مقابلہ کیا جائے اور ان کے القاب کسی اور شخصیت پر منطبق کیے جائیں۔ دوسری اصطلاح ”اہل بیت“ جسے قادیانیوں نے استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے تحت کہ اے رسول کے افراد خانہ اللہ کی رحمت اور برکت تم پر ہو“ (القرآن ۱/۴۳) یا ”اے رسول کے افراد خانہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں کر دے“

سے الگ کر دے اور تمہیں پاکیزگی سے مشرف کر دے" (القرآن ۲۲/۲۲) ان تمام احکامات کا منشا و مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کے لوگ مکروہات دنیا سے اپنے آپ کو پاک و صاف رکھیں اور کسی آلودگی میں ملوث نہ ہوں۔

یہ بات قرآن سے واضح ہے کہ خاندان رسول کے یہی اوصاف تھے حالانکہ حضرت نوح کا بیٹا خاندان کا فرد تسلیم نہ کیا گیا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں ان خوبیوں کا مالک نہیں تھا جس کا تقاضا انسان سے خدا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی سورہ ہود کی آیات ۴۵، ۴۶ کا مطالعہ کیا جائے۔ اہل بیت کی اصطلاح صرف خاندان رسول کے مخصوص ہے۔ وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں ان ناموں سے نہیں پکارے جاسکتے۔ مرزا صاحب کے خاندان کے افراد کے لیے اس اصطلاح کا استعمال ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ اس اصطلاح کی توہین ہے۔ کوئی اور شخص ان اوصاف کا مالک نہیں ہو سکتا جس سے خاندان رسول متصف تھا۔ اگر اس اصطلاح کے استعمال پر مسلمان ناراضگی کا اظہار کریں تو کوئی عجب نہیں ہوگا اور اس کے استعمال سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو سکتا تھا اس لیے یہ بات امت کے مفاد میں تھی کہ قادیانیوں کو اس اصطلاح کے استعمال سے روکنے کے لیے اسے فوجداری جرم قرار دے دیا جائے۔ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی اصطلاح قرآن مجید سے ہدایت کی روشنی میں انہی کے لیے استعمال ہو سکتی ہیں جو اس خوشخبری کے مصداق ہیں (آیات ۱۰۰/۹، ۱۸/۲۸، ۱۸/۲۸، ۲۲/۵۸)۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا استعمال صرف اور صرف مسلمانوں کے لیے جائز ہے اس لیے کسی غیر مسلم کے لیے اس کا استعمال اس لیے جائز نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں رضی اللہ عنہ کی خوشخبری صرف مومنین کے لیے ہے جس میں مرتدین اور کافروں کا کوئی حصہ نہیں۔ یہ ایک مسلمہ اسلامی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر مسلموں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ قرآن کی متعدد آیات میں اس کا ذکر موجود ہے تفصیل کے لیے آیات ۲۰/۹، ۲۰/۹، ۸۰/۹، ۶/۶۳، ۶/۶۳، ۱۱۲/۹ کا مطالعہ کیا جائے جہاں واضح طور پر غیر مومنین کی عدم بخشش کا ذکر موجود ہے۔ ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ توبہ نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ انکی بخشش نہیں فرمائے گا۔

مسٹر مجیب الرحمن نے کئی کتابوں اور حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صوفیا اور دیگر مسلمانوں نے اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے لیکن ان حوالہ جات سے انہیں اس لیے مدد نہیں مل سکتی کہ ان صوفیا اور دیگر مسلمان مفسرین نے جن لوگوں کے لیے اس اصطلاح کا استعمال کیا ہے وہ مسلمان ہیں یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس کا استعمال غیر مسلموں کے لیے نہیں کیا گیا۔ یہ ان کے دلائل کا

سکتا جواب ہے۔ ایک اور متنازع اصطلاح صحابہ کی ہے یہ اصطلاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کے بارے میں استعمال ہوتی ہے۔ غیر مسلموں کے لیے نہیں لیکن تلامذہ یا ان سے مزید صاحب کے ساتھیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ علامہ سخاوی نے اس اصطلاح کی یوں تعریف کی ہے کہ ابو الحسن نے معتدی میں لکھا ہے کہ صحابہ اس کو کہتے ہیں جو حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا اور ان سے براہ راست استفادہ کیا۔ (فتح المغیث ۱، ۲) محض اسباب اور اسد الغابہ میں یوں تعریف کی گئی ہے جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی آنکھوں سے دیکھا اور اس حالت میں وفات پائی "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں تین نسلوں کو صحابہ تابعی، تبع تابعی کے نام سے پکارا جاتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ صرف ذہن شخص ہے جس کی مصابحت رسول سے ثابت ہے۔ تابعی وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کو دیکھا اور تبع تابعین۔ تابعین کی صحبت سے فیض یاب ہونے والوں کو کہا جاتا ہے۔

صحابہ ہونے کے لیے یہ لازمی شرط ہے کہ اس کی ملاقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحالت ایمان ثابت ہو اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ ایک اور اصطلاح امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین امیر غنیۃ المؤمنین ہے۔ یہ تین اصطلاحیں جن میں مسلم اور موسیٰ لفظ شاف ہے مسلمانوں کے لیے مخصوص ہیں کسی شخص کے لیے جو اعلیٰ ترین عہدے پر فائز ہو خواہ وہ وزیر عظیم یا صدر کے نام سے پکارا جاتا ہو۔ خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین کا لقب اعلیٰ ترین اہلیت ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ حضرت ابو بکر نے خلیفۃ اللہ کی جگہ خلیفۃ الرسول کا لقب اختیار کیا تو آپ کے بعد آنے والے خلیفہ نے اپنے لیے خلیفۃ اللہ الرسول کا لقب پسند کیا جس سے یہ مشکل پیش آئی کہ ہر آنے والے خلیفہ کے ساتھ الفاظ کا اضافہ ہوتا رہتا تو ان القاب کی فہرست طویل ہو جائے گی چنانچہ حضرت عمر نے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ (اسلام کا نظام حکومت ۲۵-۱۲۲۲) یہ القاب صرف مسلمان حکمرانوں کے لیے مخصوص رہے ہیں۔ مسلمان ہرگز پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص جو مسلمان نہیں یا مسلم امر سے علیحدہ ہو چکا ہے یہ لقب اختیار کرے۔ اس وجہ سے قادیانیوں کو اس اصطلاح کے رد کرنے کے لیے آردینس کا حجاز موجود ہے۔ عجیب الرحمن نے دلیل دی ہے کہ رضی اللہ عنہ کی اصطلاح بعض صوفیاء نے استعمال کی ہے۔ امام مالک کو امیر المؤمنین کی الحدیث کہا جاتا ہے اور نظام حیدرآباد بھی امیر المؤمنین کہلاتے تھے اور ایک بزرگ شخصیت کی بیوی بھی ام المؤمنین کہلاتی تھیں۔ بطور دلیل اسے تسلیم کرتے ہوئے بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ تمام لوگ جن پر ان اصطلاحات کو منطبق کیا گیا مسلمان تھے ان میں سے کوئی بھی غیر مسلم نہیں تھا اس کے علاوہ یہ



مشتنیات قابل توجہ نہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے اس اصطلاح کا استعمال اس بنیاد پر مبنی ہے کہ مرزا صاحب بروز ہی تھے اس لیے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان پر اپنی اصطلاحات کا استعمال ہوا ان کے ساتھیوں اور بیویوں پر یہی اصطلاحات استعمال کی جائیں۔ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) نے خود کہا: میرا وجود اس کا وجود ہو گیا، (نعوذ باللہ) (خطبہ الہامی صفحہ ۵۹ - ۲۵۸) اس وجہ سے آرڈیننس کی طور پر اطمینان بخش ہے۔

دوسرا سوال اذان پر پابندی کا ہے۔ آرڈیننس میں غیر مسلمانوں پر پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے اذان کے ذریعے نہیں بلا سکتے۔ اذان کا لفظ بلانے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید کی آیت ۴۲/۱، ۱۲/۵، ۲۲/۲، ۲۴/۲ سے واضح ہے۔ یہ بلانا اطلاع کے لیے ہے۔ اسی طرح قرآن کی آیت ۹۲/۱ سے واضح ہے کہ بلانے سے مراد نماز کے لیے بلانا ہے ہجرت سے پہلے اذان کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ہجرت کے بعد ایک شخص دوسروں کو نماز کے لیے ان الفاظ سے بلاتا تھا، "الصلاة جامد" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے باقاعدہ شکل دینے کے لیے کہا تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر نے اذان کی مختلف شکلیں ترتیب دیں۔ آخر موجودہ شکل متعارف ہوئی۔ صبح کی نماز کے لیے الصلاة خیر من النوم کے الفاظ کا حضرت بلالؓ کی طرف سے اضافہ کیا گیا جس کی منظوری حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی (الجامع الاحکام، القرآن ۲۵۵) نماز کی ضرورت کے سلسلے میں اختلاف رائے ہے ابو عمر کا کہنا ہے کہ یہ دار الحرب اور دار الاسلام کے درمیان قطعاً صحت ہے۔ اذان کی ضرورت کے بارے میں رائے میں اختلاف ہے تاہم ابو عمرؓ نے کہا کہ اذان دار السلام اور دار الحرب کے درمیان نشان امتیاز ہے جو علام الدین میں سے ایک ہے اس لیے اسے شعائر تصور کیا جائے جس کا مطلب مسلمانوں کی امتیازی خصوصیت ہے (بحر الرائق جلد اول صفحہ ۲۴۰) کہا جاتا ہے کہ اس امر پر اتفاق رائے ہے کہ یہ اسلام کا شعائر خصوصیت اور نشان امتیاز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری کے حاشیہ پر فتاویٰ تاحی خاں حجۃ اللہ البانواز تصنیف شاہ ولی اللہ جلد اول صفحہ ۴۴) اس کے شعائر اسلام ہونے کے حسب ذیل دلائل ہیں۔

۱: رسول اکرمؐ کے زمانے میں لوگوں کو نماز کی طرف بلانے کے حسب ذیل طریقے رائج تھے۔

۱: زسنگا پھونکنا

ب: گھنٹی بجانا

ج : آگ جلانا

لیکن رسول اکرمؐ نے ان میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار نہیں کیا۔  
۲ : اسلام میں یہ اصول ہے کہ اذان دینے والے کو اس وقت تک مسلمان تصور کیا جائے گا، جب تک اس کے برعکس ثابت نہ کر دیا جائے۔

ابن ہشامؒ کے والد ماجد کے حوالے سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے ہمیں ایک جلد اور جماعت کے ساتھ یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ جب تم کسی مسجد کو دیکھو اور مؤذن کی اذان سنو تو کسی بھی شخص کو قتل نہ کرنا (سنن ابی داؤد) یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی حضرت انسؓ کی روایت سے (جلد اول صفحہ ۸۶) منقول ہے۔

۳ : حضرت انسؓ کی حسب ذیل ایک اور روایت ہے۔

ترجمہ : رسول اکرمؐ جب صبح کی نماز کے وقت دشمن پر حملہ کرتے تو اگر وہ اس جگہ سے اذان کی آواز سنتے تو رک جاتے ورنہ وہ حملہ کرتے (سنن ابی داؤد جلد اول صفحہ ۳۵۲)

مشکوٰۃ المصابیح جلد اول صفحہ ۱۱۰ (اردو ترجمہ)

یہ پہلی حدیث کے مطابق رسول اکرمؐ صلعم کی طرف سے ہدایت دینے اور اذان کے وقت حملہ نہ کرنے کی وجہ اور حکمت یہ تھی کہ اذان کی آواز کا مطلب یہ تھا کہ علاقے میں مسلمان رہتے ہیں جو حملہ سے محفوظ رہیں۔ علم فقہ کے ماہرین نے اسی لیے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ جو کوئی اذان دیتا ہے اسے مسلمان سمجھا جائے، اگر یہ شہادت مل جائے کہ ذمی نے اذان دی ہے تو اسے بھی مسلمان تصور کیا جائے۔  
(بحر الرائق جلد اول صفحہ ۲۷۹، رد المحتار جلد اول صفحہ ۳۵۳)

مشرع مجیب الرحمن نے ان نظریات کے پیش نظر یہ دلیل پیش کی ہے کہ جو شخص بھی اذان دے اسے مسلمان تصور کیا جانا چاہیے لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ مذکورہ بالا حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اذان دینے سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اذان دینے والا مسلمان ہے لیکن یہ مفروضہ رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ یہ حتمی اور قطعی رائے اور فیصلہ نہیں ہوتا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اذان دینے والا شخص دراصل غیر مسلم ہے یا اس کے عقائد اس کو غیر مسلم ثابت کر دیں تو پھر محض اذان دینے سے اسے فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی محض اذان دینے سے وہ مسلمان تصور کیا جاسکتا ہے۔ رد المحتار جلد اول صفحہ ۲۷۹ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ مسجد میں مؤذن کی طرف سے اذان کی آواز سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ مؤذن مسلمان ہے کیونکہ مسلمان ہی عموماً اذان دیتا ہے کیونکہ اگر وہ غیر مسلم ہوتا تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے والے

لے اذان دینے کی اجازت نہ دیتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کا ذر کی طرف سے دی جانے والی اذان درست نہیں ہوتی۔ اس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص محض اذان دینے سے مسلمان نہیں بن جاتا۔ اب ہم مسٹر عجیب الرحمن کے دلائل پر غور کرتے ہیں۔ انہوں نے رسول اکرم کی مذکورہ بالا احادیث اور قرآن پاک کی آیت کہ یا ایہا الذین امنوا اذا صریتم... ات اللہ کان بعامتعلون نجیبرا (سورہ ۴ آیت ۹۴) پیش کی ہے۔ ان کی طرف سے پیش کردہ دلیل کا جواب خود قرآن مجید کی مذکورہ آیت ہی میں موجود ہے لفظ فبیتینو (سچائی کی تحقیق کرو) مسلمان کہلانے کے خواہاں اور یہ کہنے سے کہ اللہ کے سوا کوئی اوجد نہیں، اذان دینے اور مسجد کی طرح ہی کی عبارت گاہ میں نماز ادا کرنے سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا شخص مسلمان ہے حالانکہ یہ قابل تردید بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ثبوت موجود ہو تو ایسا شخص مومن یا مسلمان نہیں کہا جاسکتا

پروفیسر طاہر القادری نے دلیل پیش کی ہے کہ کتاب اللہ راست کاری اور ناراستی میں امتیاز رکھتی ہے انہوں نے قرآن مجید سے مندرجہ ذیل حوالے پیش کیے ہیں (۲۵ ویں سورہ کی آیت نمبر ۴۱ ویں سورت کی ۲۴ ویں آیت، پانچویں سورت کی ۱۰ ویں آیت ۳۰ ویں سورہ کی ۲۲ ویں آیت، ۵۹ ویں سورہ کی ۲ ویں آیت ۴۴ ویں سورت کی چوتھی آیت ۵۷ ویں سورہ کی ۱۰ ویں آیت) ان آیات میں مسلمان اور مومن کی تعریف کی گئی ہے جس طرح کہ کسی ناراست کو راست باز یا بڑے کو اچھا نہیں کہا جاسکتا اسی طرح کسی غیر مسلمان کو مسلمان یا اس کے عکس نہیں کہا جاسکتا۔

مشہور حدیث ہے کہ اگر کوئی کسی شخص کو کافر کہتا ہے حالانکہ وہ کافر نہیں ہے تو کفر جھوٹا الزام لگانے والے کی طرف لوٹ جاتے گا اس لیے اس بات کا کوئی سبب اور وجہ موجود نہیں کہ کسی غیر مسلمان کو مومن یا مسلمان کہا جائے۔ یہ دلیل صحیح ہے مسٹر عجیب الرحمن نے تسلیم کیا ہے کہ نماز مسلمانوں کا شعار ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ قادیانیوں کا بھی شعار ہے۔ ان کے نزدیک یہ شعار مسلمانوں اور قادیانیوں میں مشترک ہے جہاں شعار مشترک ہو تو اس وقت معاملے کا فیصلہ قرآن کی سورہ ۵ آیت ۲ اور سورہ ۳ آیت ۶ کے مطابق کیا جائے گا۔ یہ آیات اس طرح ہیں یا ایہا الذین الاتمحلوا شعار اللہ ولا الشہر الحرام ولا اہذی ولا القلائد ولائین البیت الحرام... ولا تقاؤنوا اعلى الاثم والعدوان واقفوا لله ان اللہ شدید العقاب (سورہ ۲/۵)

سورہ ۳ آیت ۶ اس طرح ہے۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا لی کلمۃ سواہ... فقلوا شہدوا باننا مسلمون

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی سورہ ۳ کی ۶۴ آیت کا ترجمہ ”اُدائے اور ہمارے درمیان ایک سمجھوتہ کی طرف (انگریزی ترجمہ مسٹر پکھتال) درست نہیں ہے۔ کیونکہ آیت میں مشرک چیز کا حوالہ دیا گیا ہے نہ کہ کسی سمجھوتے یا معاہدے کا نام حضرت مولانا فتح محمد کا ترجمہ بے نقص اور صحیح ہے۔ مسٹر عجیب الرحمن کا استدلال یہ ہے کہ جو شے قادیانیوں اور مسلمانوں کے نزدیک احسن اور مشترک ہے اس میں مداخلت نہ کی جائے کیونکہ یہ زلیقین میں بمنزلہ کلمتہ سواہر کی تشریح کے لیے مدارک التنزیل جلد اول صفحہ ۲۲ کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں یہ کہا گیا ہے کہ کلمتہ سواہر کی تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

ایسی چیز جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہو اور جس کے بارے میں تورات، بائبل (مراہم انجیل) اور قرآن کے درمیان کوئی مخالفت نہیں۔ کلمتہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنا چاہتے، ابن کثیر کا کہنا ہے کہ کلمتہ سواہر کا مطلب ایک خدا کی عبادت کرنا ہے اور تمام انبیاء کی دعوت اور پیغام ہی تھا (تفسیر ابن کثیر... اردو ترجمہ جلد اول صفحہ ۶۹) علامہ جلال الدین سیوطی کے نزدیک کلمتہ سواہر کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی طرف تمام لوگوں کو آنا چاہیے مسٹر عجیب الرحمن نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ قابل سزا جرم نہیں۔

سورہ ۴۱، آیت ۲۳ میں بیان کیا گیا ہے ”اور کون ہے بہتر قول میں جس نے دعا کی اللہ سے اور عمل صالح کیے اور کہا کہ میں بے شک مسلمانوں میں سے ہوں“

۱.... اس آیت کا شان نزول القلی نے یوں بیان کیا ہے کہ جب مؤذن اذان دیتا اور مسلمان نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے تو یہودی ان کا مذاق اڑاتے اور مؤذن کے لیے توہین آمیز کلمات ادا کرتے اور اس کی آواز پر طنز کرتے اس لیے اذان کو بہترین اقوال میں سے ایک بہترین سب سے بہتر قول قرار دیا گیا ہے (حوالہ کے لیے قسطی جلد نمبر ۶ صفحات ۲۲۵-۲۲۴)

۲.... یہ پہلے ہی طے شدہ بات ہے کہ غیر مسلموں کی اذان، اذان نہیں کہلاتی اور نتیجتاً اس پر بہترین قول کا اطلاق بھی نہیں ہوگا۔ مذکورہ آیت میں مومن کی تعریف یوں کی گئی ہے یعنی جو اس بات میں کوئی شبہ نہ کرے کہ اذان ایک بہترین قول ہے یعنی جب اذان مسلمانوں کی ہو۔

۳.... عدالت میں اس بات پر یعنی اس آیت کے نزول کے بارے میں بحث ہوتی رہی جیسی کہ ہمیشہ رہی ہے کہ اس میں اللہ کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ مسلمانوں کی خصوصیات اور نشانیاں ہیں ایت پرستوں کی۔ مسٹر عجیب الرحمن نے ان نشانوں کو بت پرستوں کی خصوصیات قرار دینے والوں کے نظریہ کی حمایت کرنے والے مفسرین کی آراء کے مطابق مقدرین کے حوالے دیتے ہیں جب کہ راضی الحسن گیلانی نے

مختلف آراء پر انحصار کیا ہے۔ پیر کرم شاہ جو سپریم کورٹ کی شریعت پنچ کے جج بھی ہیں نے اپنے معروض تبصرہ ضیاء القرآن میں مسٹر مجیب الرحمن کی رائے کی حمایت کی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔ مجیب الرحمن نے زور دے کر کہا کہ اس آیت کا حتمہ لا تحلوشعائر اللہ منسوخ نہیں کیا گیا۔

۴..... یہ ضروری نہیں کہ اس بحث میں پڑا جلتے اگر یہ آیت غیر مسلموں کی خصوصیات یا شعائر کے بارے میں ہے تو حج کے وقت منیٰ میں جانور ذبح کرنے کے بارے میں ایک مختلف حکم ہے جو دُوح ذیل آیت میں نازل کیا گیا ہے۔

”اے ایمان والو! بے شک بت پرست ناپاک ہیں انہیں اس برس کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آنے دیا جائے اور اگر تمہیں ان سے بھوک افلاس کا خوف ہو (یعنی ان سے اگر تجارت میں خسارے کا خطرہ ہو) اگر اللہ چاہے گا تو اپنے فضل سے تمہارا نگہبان ہوگا اور اللہ سب جاننے والا اور حکمت والا ہے (۲۸:۹)“

۵..... بت پرستوں کو کعبہ کے نزدیک آنے سے روک دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں اس قرآنی حکم پر عمل درآمد کے لیے حدیث بھی ہے۔ حضور نے حضرت علیؓ کو حکم بھیجا اور فیصلہ کیا کہ غیر مسلموں کے لیے حج کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۶..... یہ حکم بت پرستوں کو کعبہ میں اپنے شعائر کی ادائیگی سے منع کرتا ہے اور حضور کا فیصلہ نہیں حج کے شعائر کی ادائیگی سے روکتا ہے (حوالہ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۸۹، نوٹ ۲۵) اس سے ظاہر ہے کہ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلامی شریعت غیر مسلموں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ان اسلامی شعائر کو اپنا میں کیونکہ شعائر کا مطلب ایک امتیازی خصوصیت ہے جس سے ایک فرقہ پہچانا جاتا ہے جن سے اسلامی امت کی امتیازی خصوصیات متاثر ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ ایک ریاست کی ناکالی اور فرانس سے غفلت ہوگی کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو اسلامی شعائر اپنانے کی اجازت دے دی جائے اور یہ فرقہ شعائر اسلامی کے ساتھ غیر قانونی ہوگا۔

مذکورہ بالا آیت اور حضور کے کردار نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی ریاست کی قانون سازی کے اختیارات غیر مسلموں کو اس بات سے روکتے ہیں کہ وہ اسلامی شعائر اختیار کریں۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست کے قانون میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ان غیر مسلموں کو سزا دے جو اسلامی شعائر اپنانے سے گریز نہیں کرتے جیسا کہ تردیدی آرڈیننس میں دی گئی ہے۔ یہ مجیب الرحمن کے تعزیر



کے بارے میں دلائل کا احاطہ بھی کر لیتی ہے۔

۷۔۔۔۔۔ مجیب الرحمن نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نکات پیش کیے ہیں۔

(۱) جیسا کہ اذان اسلامی شعاثر میں سے ایک ہے اور اگر ایسا ہی شعاثر غیر مسلموں میں بھی

مشترک پایا جائے تو غیر مسلموں کو اس سے روکا جاسکتا ہے؟

(۲) کیا کلمہ سوا کے سلسلہ میں حکم کی روشنی میں یہ ضروری نہیں کہ مسلمان اور غیر مسلم اس

سے منسلک ہو جائیں۔

(۳) کیا اس بات پر کہ ”احسن قول“ بہترین قول کیا ہے سزا دی جاسکتی ہے۔ یا یہ

بات قابل سزا جرم ہے۔

ان سوالات کا جواب پہلے ہی دیا جا چکا ہے اور اس وقت اس بات کو سمیٹا جاسکتا ہے۔

آیت ۲۸/۹ کی روشنی میں اس سے اخذ قانون کے مطابق غیر مسلموں کو ان شعاثر سے روکا جاسکتا

ہے جو مسلموں اور غیر مسلموں میں مشترک ہوں کلمہ سوا مختلف معاملات میں استعمال کیا گیا ہے لیکن پہلے

سوال کی روشنی میں دوسرا سوال غیر ضروری ہو جاتا ہے تاہم اس بات پر زور دیا جاسکتا ہے کہ جیسا کہ

غیر مسلم طواف کرتے تھے لیکن انہیں اس بات کی اجازت خانہ کعبہ پر مسلمانوں کے کنٹرول کے بعد

نہیں دی گئی یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ غیر مسلم کی اذان پر بہترین قول پورا نہیں آتا اور اگر پہلے سوال کے

جواب میں ایک شخص کو ان شعاثر سے روکا جاسکتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سزا بھی دی جا

سکتی ہے۔

۸۔۔۔۔۔ قادیانیوں کے طرز عمل کا جب کہ قادیان میں ان کی اکثریت تھی اور خاطر خواہ اثر رکھتے

تھے اس سے تعلق ہے۔ قادیانیوں نے خود اپنی مسجدوں میں مسلمانوں کو اذان دینے سے روک دیا تھا۔

احرار کی جانب سے مسلمانوں کی مساجد میں اذان دینے کے لیے رضا کارانہ طور پر لوگ بھیجے گئے تھے

لیکن قادیانیوں نے ان پر لاکھٹیوں سے حملہ کر دیا اور ان میں سے بڑی تعداد کو زخمی کر دیا جنہیں ہسپتالوں

میں بستروں پر پڑے رہنا پڑا (تحریک ختم نبوت شورش کا شمیری صفحہ ۷۸) ایسا برطانوی حکومت میں

دستی فوج کے ذریعے کیا گیا تھا۔ یہ بات ان کے شعاثر کے بارے میں ایک مثال ہے ”امیازی

خصوصیت“ کہ انہوں نے خود مسلمانوں کے لیے اسے غیر قانونی قرار دیا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر

ہوتی ہے کہ ان کے خیال میں اقدار میں اکثریت کی جانب سے ایسی پابندیاں قانونی ہیں۔

۹۔۔۔۔۔ مسٹر مجیب الرحمن کی ان عبادت گاہوں کو مسجد کہنے کی پابندی کے خلاف دلیل یہ تھی کہ

قرآن کے مطابق لفظ مسجد صرف مسلمانوں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ جو اب غیر مسلم میں ان کی "مسجدوں" کے لیے لفظ "مسجد" استعمال کیا گیا ہے جب یہ پوچھا گیا کہ گزشتہ ۱۳ برس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرے کی عبادت گاہوں کو کبھی مسجد کہا گیا؟ تو انہوں نے نہی میں جواب دیا لیکن اس کے چند روز بعد وہ اس قابل ہو گئے کہ کراچی میں یہودیوں کی ایک عبادت گاہ کی ایک مثال ڈھونڈ نکالی جس پر لفظ "مسجد بنی اسرائیل" لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس تحریر کی تصاویر بھی پیش کیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت گاہ کی جگہ ایک عبادت گاہ ہے لیکن اس کا کسی نے ترجمہ مسجد بنی اسرائیل کیا ہے۔ ایسا نام یہودیوں میں شریک نہیں ہے۔

۱۰..... سوال یہ ہے کہ آیا کہ حضورؐ کے پیروکاروں کے علاوہ دیگر لوگوں کی عبادت گاہوں کو بھی

قرآن میں مسجد کے نام سے پکارا گیا ہے ایک علیحدہ نقطہ ہے یعنی آدم سے لے کر اگر لفظ مسجد ان لوگوں کی عبادت گاہوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے کسی اور نبی کے پیروکار میں اور بعد میں اسلام کو ملنے لگے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لفظ مسجد کا نام غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے نقطہ یہ ہے کہ گزشتہ چودہ سو برس میں لفظ مسجد صرف مسلمانوں کی مسجدوں کے لیے مخصوص رہا ہے اور یہ روایت صرف مسلمانوں میں ہی رہی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہیں۔

۱۱۔ قرآن پاک میں لفظ مسجد لغوی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے لیکن اب یہی لفظ تکنیکی اعتبار سے مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے (العلاقات الدوالمی الاسلام صفحہ ۲۱۱) اس کے مطابق حتیٰ کہ عبادت گاہ کو کبھی مسجد نہیں کہا جاسکتا اور اس سلسلہ میں ۲۲-۳۰ کا حوالہ دیا گیا ہے (الذین اخرجوا..... ان الله تعوی عزیز)۔

۱۲..... تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کے تقدس کے پیش نظر یہ دلائل دیئے گئے ہیں کہ ایک شخص کو اس کی عبادت گاہ کو مسجد کہنے سے نہیں روکا جاسکتا تاہم اس کی وضاحت قرطبی نے یوں کی ہے کہ عبادت کی جگہیں عبادت خانے، گرجے اور چھوٹے گرجے اور پوروں کی رہائش گاہیں غیر مسلموں کی ہوتی ہیں جب کہ مسجد کا لفظ مسلمانوں کے عبادت خانے ظاہر کرتا ہے (احکم القرآن جلد ۱۲ صفحہ ۴۲) یہ قیاس کرتے ہوئے کہ مسجد کا لفظ ان لوگوں کے عبادت خانے کے لیے استعمال ہوا ہے جو رسول اکرمؐ کی بعثت کے بعد غیر مسلم کہلاتے تھے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کے عبادت خانوں کے لیے مخصوص تھا۔

۱۳..... انان کے بارے میں بحث سے متعلق حدیث میں مسجد کو شعار اسلام قرار دیا گیا ہے اور جہاں مسجد کو دکھایا جائے وہاں قتل و غارت ممنوع قرار دیا گیا ہے یہ اس لیے کہ مسجد مسلمانوں کے شعار کی ایک

امتیازی خصوصیت ہے اور اس میں جو لوگ نماز ادا کرتے ہیں قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں تا وقت کہ اس کے برعکس ثابت نہ کیا جاسکے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

۱۴.... مندرجہ ذیل دو آیات اس سلسلہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کرتی ہیں:

”یہ مشرکوں کے لیے نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں جب کہ ان کے خلاف کافر ہونے کی شہادت موجود ہو۔ اس لیے ان کا عمل بے سود ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ (۹: ۱۷) دوسری آیت کے مطابق ”صرف وہ شخص اللہ کی مساجد کو آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے، عبادت کا پابند ہو اور زکوٰۃ دے اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرے اس طرح یہ ممکن ہے کہ وہ ہدایت پانے والوں میں ہو جائے۔ (۹: ۱۹)“

۱۵.... اس سلسلہ میں نظریات میں اختلاف ہے کہ آیا غیر مسلم یا بت پرست مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا اس میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں یہ مسلمان اصول ہے کہ خواہ یہ غیر مسلموں کی جانب سے بھی تعمیر کی جائے لیکن اسے مسلمانوں کی عبادت کے لیے مخصوص کیا جائے تاہم مسجد میں داخل ہونے کے استحقاق کے بارے میں مختلف نظریات ہیں۔ مالکی اور امام حنبلی کے پیروکار ان کے مسجد میں داخل ہونے کے خلاف ہیں۔ امام شافعی کے پیروکار اسے جائز قرار دیتے ہیں اور مسجد حرام کے علاوہ اشطامیہ کی اجازت سے غیر مسلم کا داخل ہونا جائز قرار دیتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کے پیروکاروں کا خیال ہے کہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔ حضور نے ریاکاروں اور منافقوں کو مسجد سے نکال دیا تھا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ:

۱۶.... جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے حضور نے چند افراد کو جو عبادت کے لیے بیٹھے ہوئے تھے ان کے نام لے کر حکم دیا کہ وہ مسجد سے باہر چلے جائیں کیونکہ وہ منافق تھے۔ (روح الامانی از الوسی جلد دوم صفحہ ۱۰)

۱۶.... یہ بحث سر ظفر اللہ خان جو ایک معروف احمدی ہیں کی رائے سے سمیٹی جاسکتی ہے کہ ”احمدی غیر مسلم ہیں اور ان کا مسجد سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں (تحدیث نعمت صفحہ ۱۶۲)“

۱۸.... لیکن قادیانی آرڈیننس نے صرف قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے سے روکا ہے۔

۱۹.... اسلامی دہائیت میں دوسرے مذاہب کی تبلیغ ارتداد کے اصول کے پیش نظر غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو تم میں سے جو اپنا مذہب چھوڑ کر مرتد ہو جائے

جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بجائے ان لوگوں کو لائے گا جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے نرم ہے اور کفار کے لیے سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے پر جہاد کرنے والے کسی قوم کو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہی برکات ہیں جو ان لوگوں کو دیتا ہے جن کو چاہتا ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے (۵۴:۵)

قرآن میں کہا گیا ہے کہ جو مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے وہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ضائع ہو گئے۔ ایسے لوگ آگ والے ہیں اور وہ ہی ہیں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲۱۴:۲)

۲۰..... یہ ضروری نہیں کہ اس سوال پر تفصیل سے بحث کی جائے۔ یہ تمام مذاہب کی ایک طے شدہ روایت رہی ہے کہ ایک مذہب کے ایک شخص کی دوسرے مذہب کے شخص کے ساتھ بات چیت اس کے اپنے مذہب کے دیگر افراد کی نظر میں دشمنی سے کم نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مثال ہندوؤں کی ہے جن میں برسر اقتدار ہندو بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے ایک نام نہاد سیکولر ریاست میں رہتے ہوئے اسلام کے فرقوں سے بات چیت کرنے کی مخالفت کی تھی۔ یہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ ایک فرقہ نے نکل کر دوسرے فرقے میں داخل ہونا ان کے لیے نامناسب سمجھا ہو۔ قادیانیوں کے لٹریچر میں بھی اگر ایک شخص اسلام سے قادیانیت میں داخل ہو جائے اور دوبارہ اسلام قبول کرے وہ مرتد کہلاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کی طرح دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اس صورت میں یہ کہنا مشکل ہے کہ اسلام مسلمانوں میں غیر مسلم لوگوں کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ اپنے مذہب کا غیر مشروط طور پر بنیادی حق کے طور پر پرچار کریں۔

۲۱..... اسلامی تاریخ میں ایسی مثالیں ہیں کہ خلیفہ یا بادشاہ کی عدالت میں ایک مذہب کی بڑی کے بارے میں مذہبی بحثیں ہوتی رہیں جن میں مسلمان اور غیر مسلم مذہبی اسکالر شرکت کرتے تھے لیکن ماضی کی ایسی مثالیں اسلام کے علاوہ مسلمانوں کو دیگر مذاہب میں تبدیل کرنے کے لیے کسی مذہب کی تبلیغ کے مہینہ حتیٰ میں موثر نہیں ہو سکتیں۔

۲۲..... مجیب الرحمن نے اپنی دلیل کہ اسلام غیر مسلموں کو ایک اسلامی مملکت میں اپنے مذہب کا پرچار کرنے کی اجازت دیتا ہے، کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے قرآن کی کسی آیت، حضور کی کسی روایت اور کسی رکن جویری کی رائے پر براہ راست انحصار نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کے مطابق تبلیغ کرنا فرض ہے اور اسی فرض کے تحت غیر مسلم کا حق ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے۔ انہوں نے اس

آیت کا حوالہ دیا۔

ترجمہ ”اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اطاعت کرو اس کی جو خدا نے نازل کیا۔ وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی اطاعت کرتے ہیں جو ہم نے اپنے آباء سے پایا اور خواہ ان کے آباء بالکل عقل نہیں کرتے تھے اور نہ ان کے پاس ہدایت تھی“ (۲ : ۱۷۰)

اور انہوں نے کہا کہ یہ آیت اپنے آباء کی کسی کی طرف سے ادھی پروی کرنے کی ندمت کرتی ہے۔ انہوں نے قرآن کی درج ذیل آیات کی تلاوت بھی کی۔ ۲ : ۱۱۲ ، ۱۰۵ : ۱۰۵ ، ۲۶ : ۲۶ تا ۱۷۵ ، ۲۱ : ۲۱ تا ۲۵۔ اور بتایا کہ ان آیات کا اجتماعی مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جب بھی نبی نے کافروں کو صداقت کا پیغام پہنچایا۔ ان کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا کہ ان کے آباء و اجداد ان کے یگانہ ہیں خواہ ان کے آباء کو بالکل ہی سمجھ نہ ہو۔ یہ اسلام کی روح ہے کہ تقلید کے اصول پر اس زور دینے کو آفاقی اور انفسی دونوں طرح کے دلائل سے رجوع کر کے ختم کیا جائے۔ آفاقی دلائل نظام قدرت، ارض و سما کی تخلیق اور روز و شب کے تبدیل ہونے وغیرہ سے متعلق ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان دلائل سے نظام کی اس ترتیب اور خوبصورتی کا احساس ہونا چاہیے جو دو خداؤں کی موجودگی میں ممکن نہیں تھی۔ انفسی دلائل کا معنی یہ ہے کہ انہیں زندگی کے مختلف مراحل کی تخلیق پر غور کرنا چاہیے اور انہیں یہ بات دریافت کرنی چاہیے کہ صرف ایک خدا نے ادنیٰ کو تخلیق کیا ہے یہ ہے وہ طریقہ جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

ترجمہ: ”انہیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ بہتر طریقہ سے بحث کرو“ (۱۶ : ۱۲۵) وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ بڑی چیز دلیل ہے۔

ولكن ليقضی اللہ امرًا کان مغفولاً یهلك من هلك عن بینة و یحیی من حی عن بینة (۸ : ۲۲)

ترجمہ :- لیکن جو کچھ پیش آیا وہ اس لیے تھا کہ جس بات کا فیصلہ اللہ کر چکا تھا اسے ظہور میں لے آئے تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ زندہ رہے۔

بعد ازاں اس نے آیت قرآن ۶ : ۱۲۹ ، ۲۸ : ۷۵ ، ۳۰ : ۱۵۷ ، ۱۵۷ : ۲۷ ، ۶۲ : ۲۱ ، ۲۲ : ۲ اور ۱۱۱ : ۱۱۱ کا حوالہ دیا جن کے متعلقہ حصے درج ذیل ہیں۔ ترجمہ :- کیا تمہارے پاس کوئی علم



ہے کہ جو تم ہمارے لیے لاؤ (۱۶۹: ۶)  
 ترجمہ... کیا تمہارے پاس کوئی واضح اتھارٹی ہے (۲۷-۱۵۶)  
 ترجمہ... پھر اپنی کتاب پیدا کرو اگر تم سچے ہو (۳۷: ۱۵۷)  
 ترجمہ... پس ہم کہیں گے لاؤ اپنا ثبوت (۲۸: ۱۵۷)  
 ترجمہ... کہو، لاؤ اپنا ثبوت (۲۱: ۲۲)  
 ترجمہ... کہو، لاؤ اپنا ثبوت (۲۷: ۶۳)  
 ترجمہ... کہو لاؤ اپنا ثبوت (۲: ۱۱۱)

اس نے ان آیات کی تشریح میں متعدد تفسیروں کا حوالہ بھی دیا یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کا ذکر کیا جائے کیونکہ ان آیات کا مطلب واضح ہے کہ مسلمان مشرکوں اور غیر مسلموں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے مضبوط عقیدے کی حمایت میں دلائل دیں۔

لیکن مشرکوں کی دلیل یہ ہے کہ یہ غیر مسلم کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا حق دیتا ہے تاکہ انہیں متد (CONVERT) کیا جاسکے۔ ہم اس سے متفق نہیں ایک دروازے کے امکان کے طور پر بھی نہیں۔ یہ تمام آیات اسلام کی تبلیغ یا نشر و اشاعت کے اصولوں اور اس نشر و اشاعت میں استعمال ہونے والے طریقے سے متعلق ہیں۔ اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو اسلام کی نشر و اشاعت کی غرض سے کسی غیر مسلم کے ساتھ گفتگو کے وقت نرم مزاجی سے پیش آنا چاہیے اور نہ صرف اسلام کے تمام اچھے نکات منطقی اور عقلی طور پر پیش کرنے چاہئیں بلکہ غیر مسلم کو بھی اس کے اپنے مذہب کے اچھے نکات پیش کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ غیر مسلم کا اپنے مذہب کے بارے میں نقطہ نظر واضح طور پر سامنے آئے تاکہ مسلمان اس کو مسترد کرنے اور دوسرے مذہب کے متخلف فلسفہ پر اسلام کی بہتری ظاہر کرنے کے قابل ہو سکے۔ درحقیقت قرآن دو افراد کے درمیان اس قسم کی آزادانہ بحث ہی کی اجازت نہیں دیتا بلکہ مسلمانوں سے کہتا ہے کہ وہ غیر مسلم کو اس بات کا چیلنج دیں کہ وہ عقیدے کے حق میں اپنے دلائل سامنے لائے جیسا کہ لفظ "ہاتویر ہانکم" (لاؤ اپنے دلائل) سے واضح ہے جو ایسے دلائل لانے کے بارے میں غیر مسلم کی نااہلی کی نشاندہی کرتا ہے (ملاحظہ ہو المراجع جلد ۱)

یہ کہا گیا ہے "فہو فی عرف التغاطب تکذیب"

(تکذیب کے لیے یہ زبان کے عام قاعدے میں مخاطب کی ایک صورت ہے۔)  
 یہ بات حتمی ہے کہ قرآن کے دلائل کو مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ کفر کے حق میں کوئی دلیل ممکن نہیں

یہ بات اس امکان کی نفی کر دیتی ہے کہ اپنے مذہب کے حق میں غیر مسلم کی بحث کے زیر اثر مسلمان مرتد ہو جائیں۔ ان آیات قرآنی کا اطلاق صرف کوشش کی اس شکل پر ہوتا ہے جو غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کے لیے درکار ہے۔

ان آیات کو اپنے مذہب کی اشاعت کے دعویٰ کے حق میں غیر مسلموں کے فائدے میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ قرآن مقدس سنت رسول یا ان کی تفاسیر میں غیر مسلم کے مسلمانوں کے درمیان اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے حق کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔

یہ آیات و تفاسیر مسلمانوں کے درمیان غیر مسلموں کے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کے بنیادی حق کی تائید کے لیے بھی کافی نہیں ہیں۔ اس کے باوجود یہ اسلامی ریاست پر منحصر ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی اجازت دے جیسا کہ آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۰ میں ہے لیکن یہ اس صورت میں کہا جاسکتا ہے جبکہ غیر مسلم خود کو غیر مسلم ظاہر کرتے ہوئے تبلیغ کریں تاکہ خود کو مسلمان ظاہر کریں۔

مولانا مودودی نے اپنی کتاب "اسلامی ریاست" کے صفحات ۵۸۲ تا ۶۰۲ میں اسلامی ریاست میں اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں تفصیل سے بحث کی ہے اور اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں کی عزت سے اپنے مذہب کی بالاتری ثابت کرنے کی غرض سے مواد کی اشاعت کے حق میں بھی لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمانوں کے سامنے کسی کے مذہب کی انفرادی طور پر اشاعت کی اجازت نہیں ہے۔ انہوں نے مزید لکھا ہے کہ کسی مسلمان کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مسٹر مجیب الرحمن نے ۱۹۳۸ء میں منظور کردہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے اعلیٰ میس میں سے بھی حوالے دیئے ہیں جس کے آرٹیکل کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ یوں ہے۔

آرٹیکل ۱۸۔ ہر شخص کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے اس حق میں اپنے مذہب یا عقیدے کی تبدیلی کی آزادی اور خواہ انفرادی طور پر یا برادری میں دوسروں کے ساتھ اور عوام میں یا نجی طور پر اپنے مذہب یا عقیدے کو تعلیم عمل عبادت اور اس کی پابندی میں ظاہر کرنے کی آزادی شامل ہے۔

اس چارٹر میں کسی ملک کے شہریوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کا حق دینے کے بارے

میں کچھ نہیں ہے۔

آخری حوالہ اسلامک کونسل کی طرف سے جاری کردہ دو مفلوٹوں "انسانی حقوق کا اعلامیہ" اور "ایک اسلامی آئین کا ماڈل" کا دیا جاسکتا ہے۔ عمومی طور پر ان دونوں مفلوٹوں میں قرآن و سنت کے اصولوں کی بنیاد پر بیان کردہ انسانی حقوق میں وہ حقوق شامل ہیں جو اقوام متحدہ نے منظور کیے ہیں۔ مثال کے طور پر انصاف کا حق، طاقت کے استعمال کے خلاف تحفظ کا حق، سیاسی پناہ کا حق۔ اقلیتوں کا یہ حق کہ ان کے ذاتی امور ان کے اپنے پرنسپلز قوانین کے تحت چلائے جائیں۔ عوامی امور کے چلائے جانے میں شرکت کا حق اور ذمہ داریاں، کارکن کی حیثیت اور وقار، سوشل سیکورٹی کا حق وغیرہ۔ انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ نامی پمفلٹ کے پیراگراف نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں عقیدے، سوتج اور تقریر کی آزادی کے حق اور مذہب کی آزادی کے حق سے متعلق ہیں۔ یہ پرے یہاں دیتے جاتے ہیں۔

۱۲ (الف) ہر شخص کو اس وقت تک اپنے خیالات اور عقائد کے اظہار کا حق حاصل ہے جب تک وہ قانون میں بیان کردہ حدود میں رہتا ہے تاہم کوئی بھی شخص اس بات کا حجاز نہیں ہے کہ وہ جھوٹ کی نشر و اشاعت کرے، ایسی اطلاعات تقسیم کرے جو عوامی معقولیت کو مشعل کریں۔ یا بہتان، طعن و تشنیع یا کسی دوسرے شخص پر توہین آمیز اتہام طرازی کرے۔

(ب) علم کی جستجو اور صداقت کی تلاش ہر مسلمان کا نہ صرف حق بلکہ فرض ہے۔

(ج) یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ قانون کی حدود کے اندر رہتے ہوئے حیر کے خلاف احتجاج اور جدوجہد کرے خواہ اس میں ملک کی اعلیٰ ترین اتھارٹی کو چیلنج کرنا بھی شامل ہو جائے۔

(د) اطلاعات کی نشر و اشاعت پر کوئی پابندی نہیں ہوتی بشرطیکہ اس سے معاشرہ یا ریاست کی سلامتی کو خطرہ لاحق نہ ہو اور یہ قانون کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کے اندر محدود ہو۔

(ر) کوئی شخص دوسروں کے مذہبی عقائد کی توہین، تضحیک یا ان کے خلاف عوام میں عناد کو بھڑکانے کا مرتکب نہیں ہوگا۔ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

۱۳۔ ہر شخص کو ضمیر اور اپنے مذہبی عقائد کے مطابق عبادت کی آزادی کا حق ہے۔ اسی طرح پمفلٹ ایک اسلامی آئین کا ماڈل کے آرٹیکل ۸ اور ۱۹ اقلیتوں کے مذہبی حقوق سے متعلق ہیں اور یوں ہیں۔

۸۔ ہر شخص کو اپنے خیالات، آراء اور عقائد کا حق ہے اسے ان کے اظہار کا حق بھی اس وقت حاصل ہے جب تک وہ قانون کے بیان کردہ حدود کے اندر رہتا ہے۔

۱۶۔ (الف) مذہب میں کوئی حیر نہیں

(ب) غیر مسلم اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق ہے۔  
 (ج) پرنسپل لاءر کے امور میں اقلیتوں پر ان کے اپنے قوانین دروایات پر عمل ہوگا، الا یہ کہ وہ خود یہ اختیار کریں کہ ان پر شریعت کی حکمرانی ہو۔ گروہوں کے درمیان تنازعہ کی صورت میں شریعت کا اطلاق کیا جائے گا۔

یہاں یہ واضح ہے کہ کسی کے مذہب کی اشاعت اقلیتوں کے انسانی حقوق میں شامل نہیں جو کچھ اور بیان کیا گیا ہے یہ اس کے مطابق ہے، آئین کا آرٹیکل نمبر ۲۰ پاکستان کے تمام شہریوں کے کسی مذہب کو ماننے، سخن اور اشاعت کرنے کے بنیادی حق کے بارے میں ہے لیکن یہ حق قانون، امن عامہ اور اخلاق کے مطابق ہے اس میں کیا گیا ہے۔

قانون، امن عامہ اور اخلاق کے مطابق

(۱) ہر شہری کو اپنا مذہب ماننے، اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا حق ہے اور  
 (ب) یہ مذہبی گروہ اور ہر فرقہ کو چنانچہ اپنے مذہبی اداروں کو قائم کرنے، برقرار رکھنے اور ان کو چلانے کا حق ہے۔

جین دارکسور کے کیس میں پی ای ایل ڈی، ۱۹۵۷ء ایس سی صفحہ ۹، سپریم کورٹ کو ایک موقع پر ۱۹۵۶ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۱۸ کی اسی طرح کی زبان کی تشریح کرنا پڑی تھی۔ یہ سمجھا گیا ہے کہ قانون کے مطابق، کے الفاظ مقننہ کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ اس چیز کو دوسرے ہاتھ سے چھین لے جو آئین نے ایک ہاتھ سے دیے تھے اور یہ حق محض جاری کیے جاسکتے ہیں، یہ نہیں جاسکتے۔ مسٹر جسٹس محمد نیر، چیف جسٹس (ریٹائرڈ) نے اس سلسلہ میں یہ قرار دیا۔

”لیکن جب کبھی امن عامہ کی صورت حائل پیدا ہو، قانون کی طرف سے ضابطے کے اطلاق کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔“

آرٹیکل نمبر ۲۰ بھی قانون اور امن کے مطابق ہے اور تبلیغ کا حق اس کے مطابق ہے۔  
 مرزا غلام احمد کے دعوؤں کے دوران کے ارتقائی رجحان کے تاریخی جائزوں سے بت نونے کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد کی طرف سے مجدد اور مامور من اللہ ہونے کے دعویٰ کے فوراً بعد ہی برصغیر ہند کے مسلمانوں میں بے چینی کے احساسات پیدا ہو گئے تھے۔ انہوں نے یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ نبوت کی طرف پہلا قدم ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب اس کو مسترد کرنے میں اور یہ دعویٰ کرنے میں بڑے مستعد تھے کہ وہ حضرت محمد پر نبوت کے خاتمے پر پختہ عقیدہ کے حامل ہیں اور ان کے خیال میں نبوت کا یہ

دعویٰ کفر سے کم نہیں۔

مسلمانوں کے درمیان یہ بے چینی، ناراضی اور مخالفت اس وقت بڑھ گئی جب ۱۸۹۰ء میں مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا گیا۔ مرزا صاحب کی کتابوں اور دوسرے قادیانی لٹریچر سے دلچ ہو جانے لگا کہ جب وہ مختلف شہروں کا دورہ کرتے تھے تو ان کی قیام گاہ کے اردگرد مسلمان اکٹھے ہو جاتے تھے اور علماء کی طرف سے بھی بے حد احتجاج کیا جاتا رہا۔

یہ احتجاج اس وقت اپنے عروج کو پہنچ گیا جب ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کی طرف سے نبوت کا دعویٰ کیا گیا۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد اس نکتے پر اس قدر احتجاج ہوا کہ اس کو روکنے کے لیے ۱۹۵۲ء کا مشل لا ناؤڈرنا پڑا تاہم یہ مسلمانوں کے اس مطالبے کو خاموش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا جسے علما نے اپنے ۲۲ نکاتی پروگرام میں آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور اقلیتی حیثیت دینے کے لیے پیش کیا۔

مشل لا کے نفاذ کے باوجود احتجاج جاری رہا یہاں تک کہ پارلیمنٹ اور قومی اسمبلی میں مسلمان عوام کے نمائندوں کو آئینی (دوسری ترمیم) ایکٹ ۱۹۷۳ء، قادیانی فرقہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کی بھرپور سماعت کے بعد، پاس کرنا پڑا اور یہ تعریف ۱۹۷۳ء کے آئین کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰ میں شامل کرنا پڑی جس کے تحت دو بخوبی مصروف گروہوں کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا اور آرٹیکل ۱۰۶ میں ترمیم کے ذریعے انہیں پاکستان میں عیسائیوں، پارسیوں، ہندوؤں وغیرہ کی طرح کی دوسری اقلیتوں کی طرح کے مقام پر رکھا گیا۔

اس اعلان کے نتیجے میں جو مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کا نتیجہ تھا قادیانیوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ خود کو مسلمان کہلوائیں یا اپنے تصور کے اسلام کی صحیح اسلام کے طور پر اشاعت کریں لیکن انہوں نے آئینی ترمیم کا کم سے کم احترام کیا اور پہلے کی طرح اپنے عقیدہ کو اسلام قرار دیتے رہے۔ وہ اپنی کتابوں رسالوں وغیرہ کی اشاعت کے ذریعے اور انفرادی مسلمانوں کے اندر اپنے مذہب کی آزانانہ تبلیغ کرتے رہے تاکہ ناراضی پیدا کی جائے جس کے پیش نظر امکان تھا کہ امن و امان کی صورت حال پیدا ہو جاتی اور یہ سب اس وقت تک جاری رہا یہاں تک کہ موجودہ آرڈیننس منظور اور نافذ کیا گیا۔ ان حالات میں یہ آرڈیننس امن و امان کے برقرار رکھنے سے متعلق آرٹیکل نمبر ۲ میں موجود استثنائے تحفظ یافتہ دکھائی دیتا ہے۔ مذکورہ بالا جوہرت کی بناء پر دونوں پیشین بے بنیاد ہیں اور خارج کی جاتی ہیں۔



اس فیصلہ کو ختم کرنے سے پہلے ہم پسند کریں گے کہ مسٹر مجیب الرحمن مدعی اور مسٹر راجین الحسن  
گیلانی ایڈووکیٹ برائے ذمہ داری حکومت کی طرف سے دی گئی معاونت کے لیے اپنی گہری ستائش  
کو ریکارڈ پر رکھیں۔ مسٹر گیلانی کی طرف سے کیس کی تیاری اور پیشکش قابل تعریف تھی۔

چیف جسٹس

نچ نمبر ۲، نچ نمبر ۳، نچ نمبر ۴

اسلام آباد۔

مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۸۲ء



# تاریخ و حالات کشمیر کے میں

تاریخی فیصلے کا مکمل متن